خواتین کے لیے درس قرآن ڈاٹ کام کا آن لائن میگزین

شمارہ نمبر 29

ای میگزین

پیامِ حیاء

یادِ حرم

حج فرض ہونے کے بعد کیا کریں؟

دکھی ماں کا انتظار
انتظار ہی رہا!

پیامِ حیا میگزین کے لیے تحریر کیسے بھیجیں؟

- ان پیج فائل / ورڈ فائل بھیجیں۔
- پی ڈی ایف بھیجیں۔
- ایک صاف کاغذ پر خوشخط تحریر لکھیں اور اسکی واضح تصویر لے کر بھیجیں۔

پیامِ حیا کی تحریر کہاں بھیجیں:

ای میل ایڈریس پر بھیجیں۔

payamehaya@darsequran.com

واٹس ایپ نمبر پر میسج کریں۔

00923132127970

کسی بھی موضوع پر کہانی مضمون لکھ سکتے ہیں۔ مستقل سلسلے جیسے حمد و نعت، اقوال زریں، معلومات عامہ، نظم، صحت اور بیوٹی ٹپس، ٹیکنالوجی اور اپنی رائے کے لیے بھی تحریریں ارسال کر سکتے ہیں۔

اپنا اور شہر کا نام ضرور واضح کریں۔

فہرست :

مضامین	صفحہ نمبر
قرآن وحدیث	4
نعت رسول ﷺ	5
پیغامِ عید	6
حج کیا ہے؟	7
جو چلے تو جاں سے گزر گئے !	9
کوئی خاتون استطاعت کے باوجود حج پر نہ جا سکے	10
حج فرض ہو جانے کے بعد کیا کریں؟	11
قوم کی عظیم ماں	13
عید قربان	15
دیر نہیں ہوئی ابھی	18
مری ذات ذرہ بے نشاں	20

مضامین	صفحہ نمبر
ذوالحجہ کا مقصد	21
قربانی دینا سیکھ لیا !	22
آیئے اپنے آقا سے عہد غلامی کریں	25
فلسفہ	26
یادِ حرم	28
حیاء	31
اُردو کی غلطیاں کیسے دور کریں؟	33
حیات لے کے چلو کائنات لے کے چلو	35
شاہی پھل آم	37
عیدالاضحی سپیشل پکوان	39

پیام حیاء ٹیم :

مدیر اعلیٰ : مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب

ایڈمن وایڈیٹر : فاطمہ سعید الرحمن

معاونات : سیما رضوان۔ عمارہ فہیم

Published at:

www.Darsequran.com

Editorial Address:

payamehaya@darsequran.com

القرآن

حج کے چند مہینے ہیں معلوم، پھر جس نے لازم کرلیاان میں حج تو بے حجاب ہونا جائز نہیں عورت سے اور نہ گناہ کرنااور نہ جھگڑا کرناحج کے زمانہ میں اور جو کچھ تم کرتے ہو نیکی اللہ اس کو جانتا ہے۔

سورۃ البقرہ (۱۹۷)

الحدیث

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالی کے مہمان ہیں۔اگر وہ اللہ تعالی سے دعاء کریں تو وہ ان کی دعاء قبول فرمائے گا۔اور اگر وہ اس سے مغفرت مانگیں تو وہ ان کی مغفرت فرمائے گا۔

(رواہ ابن ماجہ)

نعت رسول ﷺ

ریحانہ اعجاز

ہے جدا سب سے اصالت آپ ﷺ کی
دل میں ہر اک کے محبت آپ ﷺ کی

جو محمد ﷺ کا ذکر دل سے کرے
اس پہ ہر دم برسے رحمت آپ ﷺ کی

مصطفیٰ ﷺ کے در سے جو بھی مانگ لے
بھر دے ہر دامن سخاوت آپ ﷺ کی

دے مجھے توفیق ایسی رب مرا
میں کروں ہر دم اطاعت آپ ﷺ کی

ہے تمنا میرے دل میں ایک ہی
کاش ممکن ہو زیارت آپ ﷺ کی

ہے تسلی بھی یقیں بھی ہے مجھے
حشر میں ہو گی شفاعت آپ ﷺ کی

ہے دعا ریحانہ کی اتنی فقط
ہو ہمیشہ دل میں چاہت آپ ﷺ کی

پیام حیاء ٹیم

کی جانب سے امت محمدیہ کو عیدالاضحی
کی خوشیاں مبارک ہو۔

مبارک ماہ کے بابرکت ایام جن میں حجاج عظیم
رکن حج کی ادائیگی میں مشغول ہیں۔

اللہ ان سب کے حج کو قبول فرمائیں انکی برکات میں
امت مسلمہ کو شامل فرمائیں۔

اور سب کی عبادات وقربانی کو اپنے دربار میں
قبول فرمائیں الہی... امین

عید مبارک

EID MUBARAK

حج کیا ہے؟

مدیرِ اعلیٰ: مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب

حج اسلام کا پانچواں رکن ہے۔ یہ رکن در حقیقت کیا ہے؟ ایک خاص ماہ کے خاص ایام اور طے شدہ اوقات میں عاشق آشفتہ سر کی مانند بارگاہ ربوبیت میں حاضر ہونا اور وہاں حضرت ابراہیم خلیل اللہ ما یا اور ان کے گھرانے کے انداز و اطوار عشق الٰہی کی تقلید کرتے ہوئے یہ ثابت کرنا کہ ہم ناہوں کی نسبت بھی اسی خانوادۂ عالیہ کے مذہب و مشرب اور انہی کی ملت سے ہے۔

دراصل اللہ تعالیٰ کی ذات والاصفات کا بندوں کے ساتھ ایک انداز حکمرانی اور ربوبیت کا ہے، پس وہ احکم الحاکمین بھی ہے، مالک الملک بھی ہے، مالک یوم الدین بھی ہے، شاہ دوجہاں بھی ہے جبکہ ہم غلاموں کے غلام، درماندہ، عاجز اور ناکارہ ترین ہیں مگر دوسری طرف اللہ جل شانہ کا ایک معاملہ بندوں کے ساتھ یہ بھی ہے کہ وہ محبت و عشق کا منتہی ہے۔ وہ ان تمام صفات حمیدہ سے سب سے زیادہ متصف ہے جن کے باعث کسی کو کسی سے محبت و عشق ہو۔ پس ہمارا خالق ہی ہمارا محبوب بلکہ محبوب حقیقی ہے، وہی معشوق بلکہ معشوق اصلی ہے۔

جب بندے اس کی شاہانہ شان اور جلال و کمال کا مشاہدہ کرتے ہیں تو عاجز غلاموں کی طرح اس کے دربار میں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور رکوع و سجود کرتے ہیں جسے نماز کہا جاتا ہے۔ اسی صفت کا مشاہدہ کرتے ہوئے بندے اس کے نام پر اپنے اموال لٹا دیتے ہیں جسے زکوۃ و خیرات اور صدقات کا نام دیا جاتا ہے۔ جبکہ اللہ کی محبوبیت کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان عاشق مہجور کی طرح کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے اور اس کی عبادات میں انہماک اختیار کرتا ہے۔ جب یہ کیفیت بڑھ جاتی ہے تو لوگوں سے ملنا جلنا بھی ترک کر کے گوشہ تنہائی میں جا بیٹھتا ہے۔ روزہ، تراویح اور اعتکاف اسی جذبہ محبت کی تسکین کا سامان ہیں اور ان میں صفت عشق ایک خاص انداز میں جگہ بہ جگہ جھلکتی ہے۔

مگر جس عبادت میں خبط عشقی کا نظارہ بکمال دیکھنے کو ملتا ہے، وہ حج بیت اللہ، جب انسان ماہ رمضان میں خبط عشقی کی ایک منزل طے کر لیتا ہے تو پھر اگلی منزل مجنوں اور عاشق بے کل کی طرح جنگل کو نکلنا، چیخنا چلانا، کپڑے پھاڑنا، پتھر مارنا محبوب کے در و دیوار کو چومنا اور دیوانہ وار ادھر ادھر بھاگنا ہے۔

حج میں یہی کچھ تو ہے۔ انسان سلے کپڑوں کی بجائے ایک کفن نما لباس پہن لیتا ہے، ننگے سر رہتا ہے، حجامت نہیں بنواتا، ناخن بہتر شواتا، بالوں میں بھی نہ کرتا، تیل نہ لگاتا، خوشبو استعمال نہیں کرتا، جسم کی صفائی نہیں کرتا، دیوانوں کی طرح لبیک لبیک پکارتا ہے، بیت اللہ کے گرد چکر لگاتا ہے، حجر اسود کو چومتا ہے، اس کے در و دیوار سے لپٹتا اور آہ و زاری کرتا ہے، صفا و مروہ کے پھیرے لگاتا ہے، مکہ شہر سے نکل کر منیٰ اور بھی عرفات اور بھی مزدلفہ کے صحرا میں جا پڑتا ہے، جمرات پہ بار بار کنکریاں مارتا ہے۔ یہ سارے اعمال عشق و محبت ہے جن میں دیوانگی سر بکٹ دکھائی دیتی ہے۔

ان عاشقانہ اعمال کی تاسیس حضرت ابراہیم مایا اور ان کے گھرانے سے ہوئی جنہیں پسند فرما کر اللہ تعالی نے انہیں ہمیشہ کے لیے اپنے دربار خاص کی حاضری کے آداب قرار دے دیا۔ انہیں کے مجموعے کو حج کہا جاتا ہے۔ جس پر حج فرض ہو جائے، اسے ادائیگی میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔حج کے مسائل اور آداب اچھی طرح سیکھ کر حج کرنا چاہیے۔یہ اجتماعی عبادت ہے جس کے بے شمار و بے حساب فائدے ہیں۔دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

حج مسلمانوں کی اجتماعی شوکت کا مظاہرہ ہے۔امت کے اتفاق و اتحاد کی علامت ہے۔ظاہر و باطن کی پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:"حج مبرور کی جزا جنت کے سوا کچھ نہیں۔(مشکوۃ)

ایک حدیث میں ہے کہ حاجی اور عمرہ کرنے والا،اللہ کے وفود میں۔مانگتے ہیں تو اللہ انہیں دیتا ہے،معافی طلب کرتے ہیں تو اللہ ان کی مغفرت کر دیتا ہے۔(ابن ماجہ)

اس وقت حجاج کرام اس مبارک سفر کے لیے پابہ رکاب میں ۔ان کی پوری کوشش ہونی چاہیے کہ اس سفر کو ان آفات سے بچائیں جن میں مبتلا کر کے شیطان سارا ثواب ضایع کرنا چاہتا ہے ۔سب سے بڑی آفت ریاکاری اور نمود و نمائش ہے،اس سے بندہ اللہ کی بارگاہ میں مردود ہو جاتا ہے۔اللہ تعالی ہم سب کو اس سے بچائے۔

اس سے حفاظت کا طریقہ یہ ہے کہ بندہ دل میں بھی خود کو عاجز اور گناہ گار سمجھے اور ظاہر میں بھی ہر طرح کے تکلف اور دکھاوے سے پرہیز کرے۔عبداللہ بن عمر حج کے لیے جاتے تو ان حاجیوں کو جو تکلفات کے ساتھ سفر پر نکلے ہوتے دیکھ کر فرماتے: حاجی کم رہ گئے ہیں سواریاں بڑھ گئی ہیں مسکین خستہ حال حاجی کو دیکھ کر فرماتے: یہ ہے بہترین حاجی۔"

عبداللہ بن عمر حاجیوں کو نصیحت فرماتے: حاجی کو چاہیے کہ شکستہ صورت ہو، کم خرچ ہو، ہر چیز میں تھوڑے پر گزارا کرنے والا ہو، فضول خرچی کرے نہ کنجوسی، ہر معاملے میں میانہ روی اور کفایت کا درجہ اختیار کرے، شان و شوکت ظاہر کرنے والی چیزوں سے بچے۔

اللہ تعالی ہمیں حقیقی سچی نیت اور عمل صالحہ کی دولت نصیب فرمائے۔حج پر جانے والوں کا حج اور تمام عالم اسلام کے حق میں ان کی دعائیں قبول فرمائے آمین۔

قسط وار

جو چلے تو جاں سے گزر گئے!

آمنہ خورشید

جب بھی میں حرم میں ان لوگوں کے جنازے قطار اندر قطار رکھے ہوئے دیکھتی ہوں جو دوران حج وعمرہ، وفات پا گئے، تو میری حالت عجیب ہو جاتی ہے۔ پتہ نہیں کیوں مجھے لگتا ہے کہ یہ لوگ بہت چنے ہوئے تھے۔ بہت پہلے سے ان کی موت یہاں اس مبارک زمین میں آجانا طے پا گئی تھی۔ رہ تو وہ رہے تھے پاکستان میں، انڈیا میں، ترکی میں، انڈونیشیا میں، لیکن مرنا ان کو یہیں آکر تھا۔ ان کو نہیں معلوم تھا وہ حج کی تیاری نہیں، بلکہ ایک بہت مبارک موت کی تیاری کر رہے ہیں۔

2008 میں نے حج کیا اور آج اس بات کو چودہ سال گزر گئے ہیں لیکن مجھے ان اماں جی کا چہرہ، ان کی مسکراہٹ آج بھی صاف صاف یاد ہے۔ وہ اپنے داماد کے ساتھ آئی ہوئی تھیں۔ ان کی سمدھن بھی ان کے ساتھ تھیں جن کے ساتھ ان کا ٹاکرا چلتا رہتا تھا۔ ایک اور اماں جی بھی تھیں جوان سمدھن کی محلے دار تھیں۔ یوں یہ تین خواتین کا گروپ سا بنا ہوا تھا۔ سمدھن تھوڑی تلخ مزاج کی خاتون تھیں۔ اماں جی جن کا میں ذکر کر رہی ہوں، نرم مزاج کی تھیں لیکن بیٹی کو لے کر ان کی سمدھن سے بحث ہو جاتی۔ میری عمر اس وقت 26 سال تھی۔ اماں جی مجھے اپنا حمایتی بنا لیتیں۔

"ہاں تو دیکھو ناں! پورے دو ہفتے ہو جاتے ہیں میری بیٹی کو ملنے نہیں آنے دیتی۔ کیسی ظالم ہے۔"

سمدھن بھنوئیں اچکا کر کہتیں۔

"پہلے تو بتا تو کب جاتی رہی میکے؟ پورے پورے سال بعد۔ جانتی ہوں۔ ہم!"

"تو زمانہ بدل گیا ہے۔ اب آ جانا کتنا آسان ہو گیا ہے۔"

یہ جو میں آپ کو باتیں بتا رہی ہوں، یہ منی کے پانچ دنوں کی روداد ہے۔ میری ان سے ملاقات پہلے دن ہوئی جن ہم سب منی میں پہنچے۔ رات ہوئی تو میں نے اپنا ہوا والا تکیہ نکالا جس پر پھول بنے ہوئے تھے، اس میں ہوا بھری اور سر کے نیچے رکھ کر لیٹ گئی۔

دائیں طرف یہ تینوں اماں جی تھیں۔ تینوں خوب خوب باتیں کرتی تھیں اور آپس میں کسی بات پر ہلکا ہلکا لڑتی جھگڑتیں پھر ہنسنے لگتیں۔ جب میں لیٹی تو اماں جی لیٹ گئیں۔ پھر کہنے لگیں۔ یہ تیرا پھولوں والا تکیہ بہت اچھا ہے۔ تو یہ میری جائے نماز لے لے یہ تکیہ مجھے دے دے۔

میں نے کہا ٹھیک ہے۔

پھر جلدی سے اٹھ کر تکیہ ان کے سر کے نیچے رکھا اور ان کی جائے نماز اپنے سر کے نیچے رکھ کر لیٹ گئی۔ انہوں نے میری طرف ہی کروٹ لی ہوئی تھی۔ میری ان سے ایک ہی دن میں بہت بے تکلفی ہو گئی تھی۔ تھوڑا سا مجھے گدگدا کر کہنے لگیں۔

"اچھ۔۔۔ چا! تجھے گدگدی نہیں ہوتی۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"آپ کو اپنی بیٹی یاد آ رہی ہے ناں۔"

کہنے لگیں۔ "ہاں!" پھر ان کی آنکھوں میں میں نے ہلکے سے آنسو دیکھے۔ "تو اس کو (سمدھن کو) ذرا سمجھاناں۔

ذرا سا میری بیٹی سے کوئی غلطی ہوتی ہے اتنی ڈانٹ ڈپٹ کرتی ہے بس۔ بھئی میں نے تو تیری زندگی میں سختیاں بھریں۔" (سمدھن کے میاں بہت پہلے فوت ہو گئے تھے اور انہوں نے اکلوتے بیٹے کو محنتوں سے پالا تھا)

میں نے کہا۔ "آپ اداس نہ ہوں۔"

میں انہیں اور کچھ نہیں کہہ سکی۔ کیا کہتی۔ سب مائیں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ بیٹیوں کے لئے انتہائی حساس۔

تھوڑی دیر بعد وہ سو گئیں۔ میں انہیں کچھ دیر دیکھتی رہی۔ مجھے نہیں معلوم تھا یہ ان کی زندگی کی آخری نیند تھی۔

(جاری ہے)

کوئی خاتون استطاعت کے باوجود حج پر نہ جا سکے

مفتی محمد صاحب

سوال: کوئی خاتون استطاعت کے باوجود حج پر نہ جا سکے محرم نہ ہونے کی وجہ سے یا محرم تو ہے مگر وہ جانے کے لیے تیار نہ ہو جبکہ خاتون اپنا اور محرم دونوں کا خرچ اٹھانے کی استطاعت رکھتی ہے، تو اب کیا کرنا چاہیے کو یا حج بدل کرائیں یا وصیت کریں کیا کریں۔؟

جواب: اگر وہ اپنا اور محرم دونوں کا خرچ برداشت کر سکتی ہیں تو محرم کو تیار کر کے ضرور حج کرنا چاہیے، یہ استطاعت میں داخل ہے اس لیے ان پر حج فرض ہوگا، لیکن اگر اتنے مصارف نہ ہوں کہ دوسرے کا خرچ برداشت کر سکیں یا اگر وہ برداشت تو کر سکتی ہیں اور آفر بھی کر رہی ہیں ساتھ چلنے کی مگر کوئی تیار نہیں ہوتا تو یہ پھر مجبوری کی صورت ہے اس صورت میں پھر آخر میں جب بندہ زندگی سے مایوس ہونے لگتا ہے تو وصیت کر جائے بلکہ وصیت تو ابھی سے کرنی چاہیے، کہ اگر میرا انتقال ہو جائے حج کرنے سے پہلے پہلے تو میری جائیداد، میرے مال سے حج ادا کیا جائے تو وہ حج بدل کروانا پھر لازم ہے۔

حج فرض ہونے کے بعد کیا کریں؟

مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ
مرتب کردہ: اخت سلیمان

"ہر ایک آدمی کو اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ اگر حج فرض ہو چکا ہے، تو جلد از جلد حج کو ادا کرنے کی فکر کرے، آج کل جو سرکاری انتظام میں حج ہوتا ہے اس میں قرعہ اندازی ہوتی ہے، تو قرعہ اندازی میں نام آئے یا نہ آئے یہ تو اپنے اختیار سے باہر ہے، لیکن قرعہ اندازی کے لیے نام پیش کر دینا یہ فرض ہے، اس کے ذمہ جس کے ذمہ حج فرض ہو چکا ہے، پھر فرض کریں نام نہیں آیا تو اللہ تعالی کے ہاں معذور ہو گا ان شاء اللہ اگلے سال کوشش کرلے، اگر فرض کرو کہ قرعہ اندازی میں بھی نام نہ دیا تو اس کا معنی کیا ہے کہ فریضے سے غفلت اختیار کی، اور قرعہ اندازی میں نام نہ نکلا اور اس وجہ سے نہ جا سکا تو یہ بھی ضروری ہے کہ وہ وصیت لکھے کہ میرے اوپر حج فرض ہو چکا ہے لیکن چونکہ قرعہ اندازی کے اندر میرا نام نہیں آیا اس وجہ سے میں نہیں جا سکا تو اگر حج کرنے سے پہلے میرا انتقال ہو جائے تو میرے ترکہ سے حج بدل کروا دیا جائے، یہ اس کے ذمہ فرض ہے ضروری ہے کہ وہ وصیت لکھ کر جائے، اور یہ بھی سمجھ لیجیے کہ کوئی شخص وصیت لکھ کر جائے کہ میں اگر مر جاؤں تو میرے ورثاء میری طرف سے حج بدل کر دیں، تو ورثاء پر بھی ایک تہائی مال کی حد تک تو واجب ہے، جتنا ترکہ چھوڑا ہے اگر اس کے ایک تہائی کے اندر اندر حج ہو سکا تو ان کے ذمہ واجب ہے اور اگر اس کے اندر حج نہ ہو سکا تو ان کے ذمہ فرض نہ رہے گا، واجب نہ رہے گا، وہ چاہیں تو کرائیں چاہیں تو نہ کرائیں، تو اس لیے ہر انسان کو اپنی طرف سے یہ فکر کرنی چاہیے یہ اہتمام کرنا چاہیے، جو میری قدرت میں ہے وہ کام میں کر گزروں حج کی ادائیگی کے لیے، بعض لوگ سوچتے ہیں حج میں تو حج کل بہت پیسے خرچ ہو جاتے ہیں تین چار لاکھ لگ جاتے ہیں، اگر اتنے پیسے خرچ کر لیے تو بعد میں پتا نہیں ہمارا کیا بنے گا، تو بھائی آج تک ہم نے کبھی یہ نہیں دیکھا کہ حج کرنے کی وجہ سے کوئی مفلس ہو گیا ہو، چودہ سو سال کی تاریخ میں ایسی کوئی مثال موجود نہیں ہے کہ حج کرنے کی وجہ سے کوئی آدمی مفلس ہو گیا ہو، اللہ تبارک و تعالی نے اپنے کرم سے ایسا کرم فرمایا ہوا ہے کہ حج کے اوپر اگر کوئی آدمی لگاتا ہے تو واپس آکر اس کا غیب سے انتظام فرما دیتے ہیں، اللہ تعالی نے ایسی بے شمار مثالیں ہمارے سامنے بیان کر رکھی ہیں۔ پس جس کے پاس اتنے پیسے ہوں تو اس پر حج فرض ہے، اور جو مختلف طریقوں سے ٹالتے رہتے ہیں یہ گناہ ہے اور حتی الامکان فرض ہے کہ حج کی ادائیگی ادا کی جائے، تو بہر حال مال ہو یا نہ ہو ہر مسلمان کو شوق تو ہوتا ہے، بیت اللہ شریف کی حاضری کی وہاں عبادت کی، کون سا مسلمان ایسا ہے جس کے دل میں یہ جذبہ یہ شوق نہ ہو، اور بہت سے مسلمان ایسے ہیں جو اس قسم کی استطاعت نہیں رکھتے تو فرض تو نہیں ہے

ان کے ذمہ لیکن ان کا دل جذبہ وشوق ہوتا ہے کہ کسی طرح اللہ تعالیٰ وہاں پہنچادے تو اس کے لیے میں ایک بات عرض کرتا ہوں کہ :

اگر واقعی شوق ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی اس عظیم عبادت کی ادائیگی کا جذبہ ہے تو پھر محض شوق اور دل کی تمنا کافی نہیں ہے تھوڑا سا اس کی طرف قدم بڑھائے آدمی، قدم یہ بڑھائے کہ کچھ اس کے لیے الگ جمع کرنے کی کوشش کرے تو اگر واقعی شوق ہے اور جذبہ ہے تو اس صورت میں آدمی تھوڑا تھوڑا ہی چاہے جمع کرے، اس کی فکر نہ کرے کہ زیادہ ہوں گے تو جمع کرے گا، بس جو ہیں ڈال دے بھلے ایک روپیہ ڈال دے روزانہ، ایک روپیہ روزانہ ڈال دے گا تو تین سو ساٹھ دن میں تین سو ساٹھ روپے ہو جائیں گے، اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاں پیسے کی کبھی زیادتی کا حساب نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ اس جذبہ پر انسان کو اجر عطا فرماتے جو انسان کے دل میں ہے، لیکن اس جذبہ کا کسی عملی شکل میں مظاہرہ ہونا چاہیے اور ادنیٰ ترین مظاہرہ یہ ہے، تو جن کے ذمہ فرض ہے وہ تو فوراً کوشش کریں کہ جتنا بھی ہو سکے جلد از جلد ادا کر دیں اور یہ جو فضول باتیں دل میں بٹھائی ہوئی ہیں کہ بوڑھا ہو کر کریں گے، والدین کو پہلے کروائیں گے، یا شادی پہلے کریں گے یا مکان پہلے بنائیں گے یہ سب فضول باتیں ہیں ان کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کا فریضہ ادا کیا جائے اور جن لوگوں کے ذمہ فرض نہیں ہے لیکن جذبہ ہے تو وہ کچھ تھوڑا تھوڑا اس کے لیے قدم اٹھائیں تو ان شاء اللہ اللہ تعالیٰ اسی میں برکت عطا فرمائے گا۔

قربانی سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

قربانی کی جاتی ہے تو مسنون ہے کہ قربانی کرتے وقت آدمی یہ دعا پڑھے۔ان صلاتی ونسکی، ومحیای ومماتی للہ رب العالمین معنی یہ ہے کہ میری نماز، میری قربانی اور میرا جینا مرنا، سب اللہ کے لیے ہے جو رب العالمین ہے۔ اور یہ اللہ رب العزت نے بھی کہنے کا حکم دیا ہے اس لیے یہ کہنا تعمیل ہے اللہ رب العزت کے حکم کی۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی منقول ہے کہ جب قربانی فرماتے تو یہ کلمات ادا فرماتے تھے۔

یہ کلمات صرف زبان کہنے کے لیے نہیں بتائے گئے بلکہ اس میں کوئی سبق دینے کے لیے یہ کہلوائے گئے ہیں، اور اس کے ظاہری معنیٰ تو بالکل واضح ہیں کہ میں یہ نماز، قربانی سب خالص اللہ رب العزت کی رضا کے لیے کر رہا ہوں۔ اس میں کوئی ریاکاری، نام نمود مقصود نہیں۔

عبادت بھی وہ وہی قابل قبول ہوتی ہے جو اللہ رب العزت کی خوشنودی کے لیے کی جائے، دکھاوے کے لیے کی گئی قربانی کا کوئی نقطہ برابر بھی فائدہ نہیں بلکہ الٹا نقصان اور سخت گناہ ہے۔

ایک حدیث مبارکہ میں تو ریاکاری کے متعلق اس طرح سے منقول ہے کہ ریاکاری ایک طرح کا شرک ہے، اس لیے اس سے بچنا چاہیے۔ اللہ رب العزت اس سے بچائے اور اخلاص پیدا فرمادے۔

دکھی ماں کا انتظار انتظار ہی رہا!

فاطمہ سعید الرحمن

لخت جگر سے دوری برداشت کرتے ہوئے۔ باہمت ماں جنہوں نے اپنی زندگی میں بہت سے صدمے سہے اور سب سے بڑے ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے صدمے کو صبر و تحمل سے برداشت کیا۔ صوم وصلاۃ کی پابند، مضبوط عورت، بیٹی کی رہائی کا خواب سجائے ہمیشہ کی نیند سو گئیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

2 جولائی 2022 کا سورج طلوع ہوتے ہی غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ بیان کرنے کو الفاظ نہیں۔

رخصت ہونے والے دن بھی تہجد اور نماز فجر کی ادائیگی کے بعد پر سکون حالت میں دنیا سے رخصت ہوئیں۔

تقریباً 19 سال کے غم ×کھ درد کے باوجود حوصلہ سے بھرپور زندگی گزار کر آخری الفاظ یہ تھے۔

"کوئی یہ نہ کہنا کہ بیٹی کے غم میں مر گئی ہے اگر اس غم میں موت آتی تو اسی وقت آجاتی جب بیٹی ملک پاکستان سے اغواء ہوئی۔ مہربان خاتون جس نے مصائب سہنے کے باوجود کسی کو بد دعا نہیں دی۔ ان حکمرانوں جنہوں نے جھوٹے وعدے کئے۔ جس ظالم نے بے دردی سے ملک کی بیٹی کو بیچ دیا۔ اسکے لیے جانے سے پہلے کہہ گئی کہ میں نے انکو بھی معاف کر دیا۔ میرا رب مجھے اسکا صلہ دے گا۔

آہ! ایسی مضبوط جگر کونسی ماں کا ہے؟ جو اپنی بیٹی کو دیار غیر میں حبس بے جا میں قید کرانے والے کو بھی معاف کر دے۔ ساتھ کہہ دیا اس دنیا میں آزمائش سہہ لی اسکا بدلہ آنکھیں بند کرنے کے بعد آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کی صورت میں ملے گا۔ اسوقت مجھے سکون ملے گا راحت و چین نصیب ہوگا۔

اسلامی تاریخ کی اس عظیم ماں نے حضرت اسماء و حضرت خنساء رضی اللہ عنہما کے نقش قدم پر چل کر عظمت و عزیمت کی داستان رقم کی۔

وہ لوگ جنہوں نے امید دلا کر امید توڑی۔ وہ رب کو جواب دہ ہیں۔

سیاست دان ہمدردی کرتے ہیں حکمرانی کا ووٹ مانگ کر راستہ بدل دیتے ہیں۔ حکومت میں آنے کے بعد تمام دعووں کو زمین بوس کر کے منہ موڑ لیتے ہیں۔ ماں کے سر پر ہاتھ رکھ کر یقین دلاتے دہلیز پار کرتے ہیں اور پھر پوچھتے تک نہیں۔

سب سے بڑا ظلم ایک ماں کے ساتھ یہ تھا کہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی اپنی ماں کے نام خطوط لکھتی رہی جب دکھی ماں ان پیغامات کو جاننے اور پڑھنے کی کوشش کرتی جواب ملتا آپکی بیٹی آپ سے بات نہیں کرنا چاہتی ہے۔ وہ سمجھتی ہیں آپ سب مر چکے ہیں، ڈاکٹر عافیہ صدیقی سے ملاقات کی اجازت دینے اور بلانے کے باوجود ملنے سے انکار کرتے منع کر دیتے۔

آخری بار ماں سے بیٹی کی گفتگو 2016 میں فون پر ہوئی جس میں ڈاکٹر عافیہ صدیقی نے خواب سنایا کہتی ہے ماں جی میں نے خواب دیکھا ہے

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔

اللہ معاف فرمادیں ماں جی میں نے ان سے شکوہ کیا کہ آخر میرا یہ امتحان کب تک رہے گا؟۔

آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیے اور فرمایا:

"ارے بیٹی! یہ تمہارا امتحان تو نہیں ہے۔"

میں حیران پریشان ہو کر بولی پھر میں کیوں قید ہوں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم افسردہ ہو گئے آنکھیں نم دیدہ ہو گئی یہ سب بتاتے ہوئے ڈاکٹر عافیہ رونے لگ گئی اور کہنے لگی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یہ قوم کا امتحان ہے، امت مسلمہ کا امتحان ہے، وہ مملکت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے نام پر بنی ہے یہ اس کا امتحان ہے۔"

ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے حوالے سے ہر وہ شخص اس ذمہ داری میں شامل ہے جو کچھ کر سکتا ہے مگر کر نہیں رہا۔

ڈاکٹر عافیہ صدیقی قوم کی مظلوم بیٹی میں اپنے آپ پر ظلم و ستم برداشت کرنے کی سکت تو پیدا ہو گئی ہے لیکن ماں کی آواز سننے، ماں کے ہاتھ چومنے، ماں کی خدمت کرنے، ماں کے ساتھ وقت گزارنے کی خواہش کو کس طرح پورا کرے گی؟ کون اسکو دلاسہ دلائے گا کہ بیٹی تم زندگی کے ایک اور درد کے ساتھ جینے کا حوصلہ رکھو۔ تمہاری ماں اب نہیں رہی ماں کی ممتا تمہیں اس دنیا میں نہیں مل سکے گی۔ ماں کے ہاتھ بنے کھانوں کو نہیں چکھ سکو گی۔ ماں کی گود میں سر رکھ کر اپنی دردناک داستان نہیں سنا سکو گی۔

بتائیں ذرا کسی میں اتنی ہمت ہے؟ قوم کی مظلوم بیٹی کو اسکی تلخ زندگی میں یہ خبر سنا سکے، ماں جی کی درد بھری موت کی خبر دے سکے۔

آخر کب تک امت مسلمہ کی بیٹی کو کفر کے ایوانوں میں ظلم برداشت کرنا ہو گا؟ آخر وہ دن کب آئے گا کہ ہم اپنی بیٹی کو رہائی دلوا کر اپنے بچوں کے ساتھ ممتا کی آغوش میں سمیٹ کر سکون لے گی؟ وہ وقت کیوں نہیں آرہا کہ حکمران ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی رہائی کی ذمہ داری کو اپنی بیٹی کی ذمہ داری سمجھ کر قدم اٹھائیں؟

اس قرض تلے دب کر کہی یہ قوم ذمہ داران، عہدے داران، افسران اپنے انجام تک نہ پہنچ جائے اور رب العالمین کا عذاب آ جائے۔

اب بھی موقع ہے مظلوم بیٹی کے رہائی کے لیے واپس اپنے ملک لانے کے لیے قدم اٹھائیں آوازیں بلند کریں اور ڈٹ کر اس وقت قائم رہیں جب تک ظالم لوگ ہماری بیٹی کو ہمارے حوالہ نہ کر دیں۔

دعا ہے قوم کی عظیم ماں کے لیے

اے اللہ! بیٹی کے صدمہ کے بدلے تو ہی انکو اخروی زندگی میں طویل سکون و راحت دیں۔ بہترین بدلہ دیں۔ بیٹی کی رہائی کی خبر دنیا میں انسانوں نے تو نہیں سنائی وہاں فرشتے انکو سنا دیں۔ مغفرت فرمادیں۔ جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرما دے۔ الہی! آمین

عید قربان

بیگم سیدہ ناجیہ شعیب احمد (کراچی)

"ہر مسلمان عاقل بالغ اور صاحبِ نصاب پر قربانی واجب ہے۔" "باباجانی! یہ واجب، عاقل، صاحب نصاب کا کیا مطلب ہوا۔"

آصف بلند آواز میں قربانی کے مسائل پڑھ رہا تھا۔ یہ کتاب بطورِ انعام ملی تھی۔

"آصف! یہ سب بچوں کے سمجھنے کی باتیں نہیں۔ چلو جاؤ اپنی کورس کی کتابیں پڑھو۔" توصیف الرحمن بیٹے کے سوال کرنے پر جھنجھلا کر بولے۔ قریب ہی تخت پر بیٹھی خدیجہ خاتون باپ بیٹے کی گفتگو سن رہیں تھیں۔

فوراً بولیں۔ "ادھر آؤ میں بتاتی ہوں۔ صاحبِ نصاب سے مراد وہ شخص ہے، جس کے پاس ساڑھے سات تولہ یا ساڑھے باون تولہ، یا کچھ سونا کچھ چاندی جن کی مجموعی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے مساوی یا اس سے زائد ہو، یا مالِ تجارت ہو" اور واجب وہ ہے جو دلیلِ ظنی سے ثابت ہو۔ واجب کا بلا عذر ترک کرنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے۔

واجب کی تعریف آصف کی سمجھ میں آئے نہ آئے مگر لفظ فاسق اس کے ننھے سے دماغ میں چپک کر رہ گیا۔ آصف نے چونک کر توصیف الرحمن کی جانب دیکھا۔ آصف کی آنکھوں سوال کر رہی تھیں۔ خدیجہ خاتون پوتے کا مدعا بھانپتے ہی توصیف الرحمن کی طرف اپنا رخ پھیر کر بولیں۔

"بیٹا! پچھلے چند سالوں سے تم لوگ قربانی نہیں کر رہے۔ حالانکہ تم لوگ صاحبِ نصاب ہو۔"

"امی! اللہ توفیق دے تو میں ہر سال قربانی کروں، بس آپ دعا کیجیے۔" توصیف الرحمن نے بظاہر لاپرواہی سے کہا۔ "بیٹا! اللہ نے توفیق تو دی ہوئی ہے۔ صرف کے بجائے اللہ کے احکامات پر عملدرآمد کرنے کی توفیق مانگو۔"

"آپ میرے حالات سے اچھی طرح واقف ہیں۔ لگی بندھی آمدنی پر مہنگائی اور میں ایک اکیلا کمانے والا ہوں" توصیف الرحمن نے ماں کو ٹکا سا جواب دے کر اپنی دانست میں انہیں مطمئن کر دیا۔

"میں بھی قربانی کروں گا، کروں گا، کروں گا یا اللہ! توفیق دے......" واصف اور عاطف جھوم جھوم کر گا رہے تھے کہ اچانک آصف رونے لگا۔ دونوں بھائی حیران ہو گئے کہ آن کی آن یہ اسے کیا ہوا کہ بلک بلک کر رو رہا ہے۔ وہ فوراً اسے چپ کرانے لگے۔ وہ پریشانی میں اسے ٹٹولتے ہوئے پوچھ رہے تھے مگر آصف کا رونا بند نہیں ہوا۔

"ٹھیک ہے۔ ایسے ہی روتے رہو۔ کچھ نہ بتاؤ۔ بابا آتے ہی ہوں گے۔ پھر خود فر فر سب بتا دو گے۔" عاطف تھک ہار کر بولا تو روتے ہوئے آصف کو جیسے بریک لگ گئے۔ بابا کے ڈر سے وہ چپ ہو کر کہا: "بھائی! بابا فاسق ہیں۔ ان پر قربانی واجب ہے مگر وہ نہیں کرتے۔" "کیا کہہ رہے ہو۔ پاگل ہو گئے ہو۔ شش چپ۔ اگر بابا نے سن لیا تو سمجھو تم گئے کام سے۔" آصف کے

منہ سے بابا کے لیے لفظ فاسق سنتے ہی دونوں بھائیوں کو کرنٹ سا لگا۔ عاطف نے تو گھبرا کر فوراً آصف کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

مگر باہر سے اندر آتے توصیف الرحمن کے کانوں نے یہ جملہ سن لیا تھا۔ جملہ تھا گویا پگھلا ہوا سیسہ جو ان کے کانوں میں اُترتا ہی چلا گیا۔ وہ دروازہ پکڑے کمرے کی دہلیز پر کھڑے کے کھڑے ہی رہ گئے۔

"توصیف! تم کب آئے؟" خدیجہ خاتون نماز پڑھ کر اپنے کمرے سے باہر آئیں تو توصیف الرحمن کو سکتے کی حالت میں کھڑا دیکھ کر پریشانی میں بولے چلی گئیں۔

شاپنگ لسٹ توصیف سے پڑھی ہی نہیں گئی۔ کاغذ کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کرتے ہوئے بولے۔

"کچھ بھی نہیں آئے گا۔" "ہائیں! مگر فرج کی تو ہمیں اشد ضرورت ہے۔" بیگم توصیف الرحمن کو سو واٹ کا جھٹکا لگا تھا۔ وہ صدمے سے نڈھال ہو کر بولیں۔ "خیر تو ہے؟"

"ہاں اب بالکل خیر ہے۔" وہ پرسکون ہو کر بولے۔ بیگم کو توصیف الرحمن کے لب و لہجے میں تھوڑی نمی سی گھلی ہوئی محسوس ہوئی۔ "زیورات کی پوٹلی!"

ان کی بیگم اپنے خاندانی زیورات کی پوٹلی اٹھا لائیں جنہیں وہ عرصہ دراز سے سینت کر رکھتی آ رہی تھیں۔ توصیف نے ایک لمحے کی تاخیر کیے بغیر زیورات کی پوٹلی اپنے قبضے میں کر لی۔

بینک اکاؤنٹ سے رقم نکالنے کے بعد توصیف الرحمن نے صرافہ بازار کا رخ کیا۔ سونے کے ریٹ بہت عمدہ تھے۔ پرانے اور کھرے سونے کی بہترین قیمت ملی۔ وہ شاد و فرحاں ہو کر گھر لوٹے۔ اِدھر انہوں نے تینوں بیٹوں کو تیار ہونے کی تاکید کی۔

اُدھر تینوں بھائی حیران و پریشان کہ بابا کو کیا ہوا یہ ہر سال ہمیں دادی امی کے پاس چھوڑ کر امی کے ساتھ شاپنگ کرنے جاتے تھے۔ آج امی کو جھوٹے منہ بھی ساتھ چلنے کو نہیں بولا۔ الٹا ہمیں ساتھ لے جا رہے ہیں۔ یہ کیا ماجرا ہے؟ "چلو لڑکوں تیار ہو۔"

"جی بابا۔" تینوں نے فرمانبرداری سے ایک ساتھ جواب دیا۔ چلو پھر چلیں۔

مسجد۔۔؟ یہ نماز کا وقت تو نہیں، شاید بابا ہمارے استاد جی سے ملاقات کرنے آئے ہیں۔ مسجد کے دروازے پر بائیک جا رکی۔ تو تینوں نے سوچا۔

توصیف الرحمن نے مسجد کے اندر داخل ہوتے ہی وضو خانے کا رخ کیا۔ تینوں بیٹوں نے ان کی تقلید کرتے ہوئے وضو کیا۔ بیٹوں کو صلوۃ الحاجات پڑھنے کا کہہ کر خود دو رکعت نماز صلوۃ توبہ کی نیت باندھ لی۔ سلام پھیرتے ہی سجدے میں گر کر گڑگڑا کر رونے لگے۔ باپ کو بچوں کی طرح روتا دیکھ کر آصف کا دل جیسے مٹھی میں آ گیا تھا۔ "اللہ میرے اللہ! ہم نے صاحبِ نصاب ہونے کے باوجود سنتِ ابراہیمی کو زندہ نہیں کیا۔ میں اپنی کوتاہی پر سخت شرمسار ہوں اور آپ سے صدقِ دل سے معافی مانگتا ہوں۔"

’’بہت دیر ہوگئی۔آج کیا پورا بازار ہی خرید لائیں گے ؟‘‘ خدیجہ خاتون کے کہنے پر بہو بیگم نے فون ملایا مگر کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔رات کا ایک بج رہا تھا۔دونوں ساس بہو نیند سے اونگھ رہیں تھیں جب دروازے کی بیل لگاتار بجی۔’’شکر ہے ! آ گئے۔‘‘

دروازہ کھلتے ہی مٹی سے اَٹے کپڑے اور جوتے، بکھرے بال مگر چمکتے چہرے دیکھائی دیئے۔وہ نا سمجھی کی حالت میں آگے بڑھیں۔واصف کے ہاتھوں میں رسی دیکھ کر ٹھٹھک کررہ گئیں۔

یہ دیکھئے ہماری قربانی کی گائے۔‘‘۔تینوں بھائی خوشی سے پھولے نہ سمارہے تھے۔خوشی ان کے انگ انگ سے پھوٹ رہی تھی۔

توصیف کی ساری پلاننگ سمجھ آتے ہی بیگم کا پارہ تیزی سے اوپر چڑھا۔مگر بیٹوں کے کھلکھلاتے پُررونق چہرے دیکھ کر ان کا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھتا چلا گیا۔جہاں آصف کے تڑپ کر رونے نے توصیف الرحمن کی کایا پلٹ کررکھ دی تھی۔وہیں لفظ فاسق نے انہیں پوری جان سے ہلا کر رکھ دیا تھا۔لوہا گرم تھا اور چوٹ بھی کاری لگی تھی یقیناً ان سب کو خدیجہ خاتون کی دعاؤں کا بہترین ثمر ملا تھا۔

بیٹے قربانی کے جانور کی رسی تھامے ایسے کھڑے تھے گویا دولتِ ہفت اقلیم ہاتھ لگی ہو توصیف الرحمن مسکراتے ہوئے آگے بڑھے

بیگم !’’عیدِ قربان مبارک ہو۔‘‘توصیف الرحمن کے ذو معنی جملے کی گہرائی میں پہنچ کر بیگم نے جانا کہ واقعی اصل عید قربان تو اب ہوئی ہے انہوں نے اپنی عزیز از جان زیورات کی قربانی دی ہے حقیقت آشکار ہوتے ہی وہ کھلے دل سے اللہ کی رضا میں راضی ہو کر بولیں :’’خیر مبارک ‘‘، ختم شد

دیر نہیں ہوئی ابھی

سیما رضوان

گھڑی کا الارم نہ جانے کب سے بج رہا تھا۔ ہانیہ چلاتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی اور بولی پلیز یہ الارم تو بند کر دیں مگر سلیم صاحب تھے کہ جاگنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ ہانیہ نے الارم بند کیا اور سلیم صاحب کو مخاطب کر کے بولی جلدی اٹھ جائیں میں ناشتہ بنا کر میز پر لگا رہی ہوں۔

سلیم صاحب تیار ہو کر ناشتے کی میز پر آئے تو انہوں نے سب سے پہلے میز پر آکر اپنا موبائل چیک کیا پھر فوراً ٹی وی کا بٹن دبا دیا ساتھ ساتھ ناشتہ ہو رہا تھا اور ٹی وی کی آواز بھی زوروں پر تھی ہانیہ بولی مجھے آپ سے کچھ بات کرنا ہے یہ ٹی وی بند کر دیں۔ سلیم صاحب بولے کہ ابھی میں بہت ضروری ٹاک شو سن رہا ہوں شام کو آکر بات کرتا ہوں۔

اتنے میں سارہ جو ہانیہ کی بیٹی تھی آئی اور سلیم صاحب سے مخاطب ہو کر بولی ابو مجھے دو ہزار روپے چاہیں ہم سب کلاس فیلو مل کر فلم دیکھنے جائیں گے اور پھر کھانے پر۔۔۔۔ سلیم صاحب نے فوراً جیب میں ہاتھ ڈالا اور سارہ کو پیسے دے دیئے۔ ہانیہ نے اس بات پر سلیم صاحب کو بولا کہ یہ مناسب نہیں ہے کہ کالج کے لڑکے اور لڑکیاں مل کر فلم دیکھنے جائیں اور پھر کھانے پر آپ کو سارہ کے مانگنے پر پیسے نہیں دینے چاہیں۔ سلیم صاحب بولے ہانیہ!!! سارہ میری بیٹی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ وہ دنیا کے ساتھ چلے اور وہ اس طرح جائے گی تو اس میں خود اعتمادی آئے گی نہ کہ تمہاری طرح کہ مارکیٹ تک بھی جانا ہے تو تم میرا سہارا لیتی ہو۔

سارہ بولی اوہ ہو۔۔۔۔ آپ لوگوں کی وہی بحث شروع ہو گئی ابو میں جا رہی ہوں کالج۔ ہانیہ بولی بیٹا سر پر دوپٹہ تو ڈال لو مگر سارہ سنی ان سنی کر کے گھر سے چلی گئی اور ہانیہ بے بس دیکھتی رہ گئی۔ ہانیہ اور سلیم صاحب کے گھرانوں میں بہت فرق تھا۔ سلیم صاحب کی فیملی ماڈرن اور دنیاداری کو ترجیح دینے والی تھی اور ہانیہ ایک دیندار گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔ ہانیہ کے لیے جب سلیم صاحب کا رشتہ آیا تو اس نے اس فرق کو جان کر منع

بھی کیا تھا مگر ہانیہ امتحان میں نہیں بیٹھنے دیں گے کیونکہ سارہ کالج ہی نہیں آتی ہے۔ اور نہ ہی اس کی ماہانہ فیس جمع ہوئی ہے۔۔۔۔

سلیم صاحب پر تو جیسے بجلی ہی گر گئی ان کی پسند پتہ نہیں کہاں ہوا ہو گئی اور آگے سے بولنے کے لیے الفاظ ہی ختم ہو گئے۔۔۔ فون بند کر دیا بنا کچھ بولے ہی اور ہانیہ ہانیہ کہتے باورچی خانے کا رخ کیا اور سارا ماجرا ہانیہ کو بیان کیا۔۔ ہانیہ بولی کل میں جو آپ سے بات کرنا چاہ رہی تھی وہ بھی سارہ ہی کے متعلق تھی میں نے کل سارہ کے بیگ میں نیا موبائل فون دیکھا تھا مگر آپ نے میری ایک نہ سنی۔۔۔ اف میرے اللہ یہ ہم سے کون سی خطا ہو گئی جس کی سزا یہ مل رہی ہے سلیم صاحب کے قدموں تلے تو زمین ہی نکل گئی۔۔۔۔

ہانیہ نے بولا ابھی بھی دیر نہیں ہوئی ہے میں آپ سے کہتی تھی گھر سے اس ٹی وی کی لعنت کو نکال دیں اور بچی کو پردہ کروائیں اور روزانہ نماز پڑھیں اور اللہ سے دعا کریں کہ اے اللہ تو ہمیں اپنی بچی کی تربیت کرنے کی توفیق دے ۔۔۔ ضروری نہیں کہ دنیا کے ساتھ چلنے کے لیے ہم اپنے دین کے بائے ہوئے رستے کو چھوڑ دیں۔۔۔

جب سارہ کو بلا کر سلیم صاحب نے پوچھا تو سارہ نے کہا کہ ابو آپ نے ہی مجھ سے کبھی کچھ نہیں پوچھا کہ میں ان پیسوں سے کیا کرتی ہوں اگر آپ مجھے سمجھاتے تو شاید مجھ سے یہ غلطی نہ ہوتی آپ کو تو خود ٹی۔وی۔ دفتر اور موبائل سے فرصت نہیں۔۔۔

سلیم صاحب کو شدت سے اپنی غلطی کا احساس ہو چکا تھا۔۔۔ دوسرے روز صبح فجر کی نماز میں انہوں نے اللہ سے رو رو کر معافی مانگی۔ اور گھر آکر سارہ کے کمرے میں گئے اور کہا بیٹا اٹھو نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ اور جلدی سے ناشتہ کر لو آج سے یہ ں اپنی بیٹی کو خود کالج چھوڑوں گا اور لوں گا۔ جو ذمہ داری اللہ نے مجھے سونپی ہے اُس میں اب کوتاہی نہ ہو گی۔۔۔

ہانیہ تھی کہ اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ آج اللہ نے اُس کی دعائیں جیسے قبول کر لیں تھیں۔۔۔

قسط وار کہانی

قسط: 1

مری ذات ذرہ بے نشاں

(ساجدہ بتول)

وہ بالکل مایوس ہو چکا تھا۔غصے کے مارے اس کا جی چاہ رہا تھا خود کشی کر لے۔اگرچہ اسے اور اس کی قوم کو خود کشی سے پیار تھا مگر وہ چاہت کے باوجود اس ملک میں خود کشی کو فروغ نہ دے پایا تھا۔اس کا داؤ مسلمانوں کے دماغ پہ ان کی سوچ کی حد تک ہی چل پا تا تھا اور مسلمان خود کشی کے نام پہ توبہ کرتے ہی تھے۔حرام کھانے کے نام پہ بھی کان پکڑتے تھے۔اور وہ جانتا تھا جب تک اس قوم کو بچھو نہ کھلائے گئے یہ قوم خود کشی کی طرف راغب ہونے کی نہیں۔کیونکہ خود کشی کا رجحان بچھو میں ہی پایا جاتا ہے۔

لہٰذہ وہ اور اس کے کروڑوں ساتھی آج کل اسی منصوبے پہ محنت کر رہے تھے کہ مسلمانوں کو اسلامی احکامات سے متنفر کر دیا جائے۔اس مقصد کے لیے کفار کو ساری پلاننگ سمجھا دی گئی تھی اور اب وہ کچھ ایسے مسلمانوں سے ہی یہ کام لے رہے تھے جو اپنا ایمان بیچنے پہ راضی تھے۔

یہ سارا کام کامیابی سے ہوتے ہوتے نجانے اس شہر ''میانوالی'' کے چیف کو کیا سوجھی کہ اس نے ایک مقابلے کا اعلان کر دیا''جو چیلا زمانہ جاہلیت جیسا کوئی کام کروا لے گا اس کی پروموشن کر دی جائے گی اور اسے نقد انعام سے بھی نواز اجائے گا ''۔

''اف۔۔۔۔اب ایک نیا ٹارگٹ!''اس نے سوچا۔''لیکن نقد انعام بھی تو ہے۔اور پروموشن بھی! واہ واہ!! چلو میں بھی کوشش کرتا ہوں۔''

وہ سوچوں کے سیلاب سے نکل آیا۔یہ ارادہ اس نے کل کیا تھا۔اور پھر کل وہ کئی بار کی کوشش کے بعد بھی ناکام رہا تھا۔اس وقت بھی وہ ایک میدان سے گزر رہا تھا۔ہجوم والی جگہوں پہ چلتے ہوئے اسے تکلیف ہوتی تھی۔اسے اور اس کے ساتھیوں کو ویران جگہیں پسند تھیں مگر لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے انہیں ہجوم والی جگہوں پہ جانا ہی پڑتا تھا۔مردود چلتے چلتے اپنے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ پہ مکے مار رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ چیف اور باس کو گالیاں بھی دے رہا تھا۔

کل والے مناظر سوچتے ہوئے اس کا سر آگ کا بن گیا۔''ہونہہ! غلیظ چھپکلیاں۔سارا کام عورتیں خراب کرتی ہیں۔'' کل شہر کے سب سے بڑے گندے نالے میں چیف نے سب شیاطین کی ضیافت کی تھی۔ضیافت میں چوہے اور مینڈک کھانے کو پیش کیے گئے تھے۔

موسم گرما کی آمد آمد تھی۔مینڈک زیر زمین تھے۔چیف کے چیلوں نے بہت سے مینڈک مارے اور گندے نالے کے وسط میں جمع کر دیے۔شیاطین کی دوسری ٹیم چوہے پکڑ کر لے آئی۔چوہوں اور مینڈکوں کے لالچ میں بہت سے شیاطین چلے آئے تھے اور کھانے کے بعد چیف نے اعلان کر دیا۔

(جاری ہے)

ذوالحجۃ کا مقصد

(غلام اللہ ابو محمد اکاڑہ)

اسلامی مہینوں میں آخری مہینہ ذوالحجہ کا ہے،اسلام کے سارے ہی مہینے محترم اور قابل عظمت ہیں لیکن اللہ تعالی نے بعض مہینوں کو خاص فضیلت اور عظمت سے نوازا،ان میں سے ایک ذوالحجہ کا مہینہ بھی ہے، جس کا احترام شروع زمانہ سے چلتا آرہا ہے،اللہ تعالی نے اس مہینہ میں کچھ عبادتوں کو رکھا ہے جس کی وجہ سے اس کی عظمت میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ذوالحجہ کا مہینہ زمانہ جاہلیت میں بھی محترم و متبرک سمجھا جاتا ہے اور دورِ جاہلیت میں اس مہینہ کی عظمت کا پورا پورا کیا خیال کیا جاتا۔

قرآن کریم نے جن چار مہینوں کو اشہر حرم قرار دیا ان میں سے ایک ذوالحجہ ہے۔اشہر حرم کو حرمت والا دو معنی کے اعتبار سے کہا گیا،ایک تو اس لیے کہ ان میں قتل وقتال حرام ہے،دوسرے اس لیے کہ یہ مہینے متبرک اور واجب الاحترام ہیں،ان میں عبادات کا ثواب زیادہ ملتا ہے، عید قربان یا عید الاضحی (10 ذوالحجہ)مسلمانوں کی بڑی عیدوں میں سے ہے۔احادیث کے مطابق اس دن خدا کی طرف سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کیلئے اسماعیل ذبیح اللہ کی قربانی پیش کرنے کا حکم ہوا۔حضرت ابراہیم ؑ نے حضرت اسماعیل ؑ کو قربان گاہ کی طرف لے گیا اور قربانی کی قصد سے جب ان کی گردن پر چھری پھیرنا چاہا تو خدا نے جبرئیل کے ساتھ ایک مینڈھے کو بھیجا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام کے بدلے اس کو ذبح کیا۔

اس دن سے آج تک اس واقعے کی یاد میں ادیان ابراہیمی کو ماننے والے قربانی کی اس سنت پر عمل کرتے ہیں اور بیت اللہ الحرام کی زیارت کے ساتھ حاجیوں پر مقام منی میں معین شرائط کے ساتھ قربانی دینا واجب ہے اور یہ حج کے اعمال میں سے ایک واجب عمل ہے۔

احادیث میں عید کے شب و روز کے لئے بہت سارے اعمال وارد ہوئے ہیں جن میں عید کی رات کو شب بیداری کرنا دعاو مناجات اور نماز میں مشغول رہنے کی بہت زیادہ فضیلت ذکر ہوئی ہے۔

عشرہ ذی الحجہ بڑی ہی اہمیت اور عظمت والا عشرہ ہے،اس کی خصوصیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ نے ان دس دنوں کی قسم کھائی ہے۔اور اسلام کے اہم ترین عبادات اس میں انجام دیئے جاتے ہیں،اس کی تعظیم اور احترام کرنا چاہیے اور عبادات وغیرہ کا اہتمام کرنا چاہیے، بالخصوص معاصی اور گناہوں کے کاموں اور نافرمانی والے اعمال سے بچنا ضروری ہے کیونکہ جب اللہ تعالی نے ان دنوں کی عظمت کو بڑھا دیا اور اس میں عبادت انجام دینے پر اجر و ثواب میں زیادتی ہو گی،اسی طرح ان دنوں کی بے حرمتی کرتے ہوئے گناہوں کا ارتکاب کرنے پر سزا اور عتاب میں بھی اضافہ ہو جائے گا۔

برش کو زور سے دراز کے اندر پٹخا، پرفیوم کی بوتل کا ڈھکن زوردار آواز کے ساتھ بند کیا، گیلا تولیہ دروازے کے اوپر ڈالا، یہی نہیں دروازہ بھی دھڑام سے بند کیا اور چائے کی ٹرے بھی اس زور سے بیڈ سائیڈ پر رکھی کہ چائے بھی چھلک گئی۔

قہر آلود نگاہوں سے حسن کو گھورتی ہوئی یہ سب کام کرتی وہ نہایت ہی عجیب لگ رہی تھی۔ اچھی بھلی صورت، جس پر وہ جان دیتا تھا، غصے سے پھلائے رکھا تھا۔

"نوکرانیوں کی طرح سارے کام میں کروں لیکن جب مرضی کی بات آئے تو وہ آپ کی چلے گی

قربانی دینا سیکھ لیا!

(مہوش کرن اسلام آباد)

آخر آپ سمجھتے کیا ہیں اپنے آپ کو؟" کچھ بھی تو نہیں بس مظلوم شوہر۔

"ہونہہ، مظلوم! ایسے ہوتے ہیں ہر بات میں آپ ہی صحیح اور بس میں ہی غلط، کوئی حد ہوتی ہے زیادتی کرنے کی بھی، کاش کبھی میں برابری سے بدلہ لے سکوں آپ سے۔

لے تو سکتی تھی لیکن پھر بھی، عرض کیا ہے کہ ایک کی بجائے چائے بنائی ہے دو کپ۔ اس کا مطلب ہے تم مجھ سے بہت محبت کرتی ہو۔"

میری گلنارو! بیکار میں اُس وقت سے غصہ اور اٹھا پٹخ کر کر کے اپنا اور ساری چیزوں کا جغرافیہ بگاڑ رہی تھی،،
اتنی پیاری شکل اللہ نے میرے لیے دی ہے تو میرے سامنے ہی خراب کر کے بیٹھ جانا میرے اوپر ظلم ہے یا نہیں؟

اچھا اگر ہے تو سہیں یہ ظلم، آخر آپ بھی تو ظلم کر رہے ہیں میرے اور بچوں کے اوپر۔"

"دیکھو حسنہ بچے تو وہی سوچیں گے جو تم سوچو گی یا جو سوچ تم اُن کے اندر پروان چڑھاؤ گی۔"

"کیا بات کرتے ہیں حسن، لڑکے ہیں وہ بھی دو عدد، باہر نکلتے ہیں، انہیں روک تھوڑی سکتی ہوں؟ ہر چیز دیکھتے ہیں، بولتے ہیں، دوسروں سے موازنہ کرتے ہیں، آپ کو کیا پتا؟ آپ تو صبح کے گئے سرے شام واپس آتے ہیں۔"

"تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو، لیکن اگر وہ کریں گے تو ہم بھی تو اپنا کام کریں گے نا یا انہیں سمجھانے کے بجائے بچوں کے ساتھ بچے بن جائیں گے؟ اور اب وہ دونوں اتنے چھوٹے بھی نہیں، ہر بات سمجھ سکتے ہیں، اچھی بھلی عمریں ہیں، چودہ اور بارہ سال کے بچے ہوتے ہیں؟ ہاں یہ الگ بات ہے کہ تم کہیں سے اتنے بڑے لڑکوں کی ماں نہیں لگتی، وہی نزاکت، ادائیں بس یہ غصہ اتنا نہ آئے تو سب ٹھیک رہے۔"

"پھر وہی مسکا لگاتے رہیں شوق سے لیکن بکرا تو آپ کو لانا ہی پڑے گا، بس یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔"

جناب، آپ بھی غور سے سن لیجیے کہ بکرا تو نہیں آسکتا کیونکہ میری اتنی استطاعت نہیں ہے۔ البتہ ان شاء اللہ ہمیشہ کی طرح گائے میں ایک حصہ لے رہا ہوں اور مسجد میں نام لکھوا کر ایڈوانس بھی جمع کروا دیا ہے اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔"

"ٹھیک ہے میں اپنا کوئی سازیور بیچ کر بکرا خود ہی خرید لیتی

ہوں۔" کچھ تو خوفِ خدا کرو، جب پچھلے سال میرے پاس تمھارے زیور کی زکوۃ نکالنے کے لیے پیسے نہیں تھے تب تو تمھیں خیال نہیں آیا کہ تم کوئی زیور بیچ کر زکوۃ ادا کر دو۔ اب بکرا خریدنے میں تمھارا کوئی سیٹ نہیں ٹوٹے گا؟

"یہ کیا بات ہوئی، میرے زیور کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں، کون سا آپ نے دیا ہے، سب کچھ میرے میکے سے ملا ہے۔" بالکل سب کچھ میکے ہی سے ملا ہے

دے دو غریبی کا طعنہ، نہیں دے سکا زیور شادی میں، لیکن سنت زیور دینا نہیں، نکاح کرنا، ولیمہ کرنا اور اس کے بعد عزت و محبت دینا، تحفظ دینا، کفالت کرنا۔ یہ سب ہے اس کے لیے تمھیں روز میکے جانا پڑتا ہے یا سب اسی گھر سے مل جاتا ہے عیدالضحی پر قربانی کرنا سنت ہے وہ بھی استطاعت کے مطابق جو کہ ہم ایک عظیم قربانی کی یاد میں کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتا ہوں تب تمھارے میکے والے کہاں ہوتے ہیں۔" رشتے ایک طرف، اور دینی فرائض ایک طرف۔" اچھا بس بھی کریں، آئم سوری۔

میں نے کب کہا کہ آپ کچھ نہیں کرتے، سب کچھ آپ ہی کرتے ہیں، چلیں چھوڑیں یہ باتیں۔ چائے پییں۔ اوہ یہ تو ٹھنڈی ہو گئی، میں گرم کر کے لاتی ہوں، بلکہ اب تو یہ دونوں لڑکے بھی کرکٹ کھیل کر واپس آرہے ہوں گے۔" تو پھر ساتھ کچھ کھانے کو بھی لیتی آنا" کھانا، چائے، نماز سب کام نمٹ گئے لیکن حسنہ کے دماغ میں جو بکرا چمٹ گیا تھا وہ جوں کا توں ہی رہا۔

....

اگلے دن یہ جاننے کی بے چینی لاحق تھی فون پر پتا کرتی ہوں کہ سب کے گھر کیا چل رہا ہے۔ جیٹھانی کو فون ملایا۔ کیسی ہیں بھابھی؟ کیا ہو رہا ہے، گھر میں رونق ہو گی جانور کی وجہ سے؟ صرف رونق بھی خوب رونق اور جانور نہیں جانوروں کی وجہ سے تمھیں تو پتا ہے کہ تمھارے بھائی جان اور بچے بچیاں رکتے تو ہی نہیں، بس جس پر ہاتھ رکھ دیا وہ جانور خریدتے جاتے ہیں۔

بس کریں بھابھی! اب ایسا بھی نہیں، کیا پوری منڈی اٹھا لائے ہیں بھئی ایک بیل، ایک بچھیا، دو بکرے، ایک دنبہ اور ابھی دیکھو کیا بھروسہ کچھ اور پکڑ لائیں۔ اچھا اتنا کچھ! پھر بھی اور "ہاں تم تو جانتی ہو کہ خیر تمھیں کیا پتا، تمھارے گھر تو حسن نے

وہی گھسا پٹا حصہ ڈال دیا ہو گا۔ "جی بھابھی بس!
خیر چھوڑو یہ سب، تم لوگ بچوں کو لے کر جانور دیکھنے ادھر آنا، پورے علاقے میں سب سے تگڑے جانور ہمارے ہی ہیں۔ "جی کوشش کروں گی، ویسے تو مصروفیت رہتی ہے روزوں کی وجہ سے، اب تو بچے بھی رکھتے ہیں، ماشاءاللہ" ہاں بھئی تم فارغ لوگ ہو یہی سب کرو گے، یہاں تو سر کھجانے کی فرصت نہیں۔
اچھا بھابھی پھر بات کروں گی ابھی سب کام پڑے ہیں پہلے ذرا وہ سمیٹ لوں۔ "اف!
کچھ لوگ کبھی نہیں بدل سکتے اپنی باتوں اور حرکتوں سے دوسروں کو اذیت دینا کبھی نہیں چھوڑتے۔
راحیلہ سے بات کر کے دیکھتی ہوں، کئی مہینے ہو گئے اُسے پوچھے ہوئے۔
ہاں راحیلہ کیسی ہو؟ اور سناؤ کیا چل رہا ہے، قربانی کا جانور آ گیا؟
نہیں حسنہ، تمھیں تو پتا ہے کہ چند ماہ سے میرے شوہر کی نوکری نہیں ہے۔ اب ایسے میں روزمرہ کے کام ہی عزت سے پورے ہو جائیں، سفید پوشی کا بھرم رہ جائے اور کسی سے مانگنا نہ پڑے یہی بہت ہے۔
ہاں ذوالحج کی عبادات پر توجہ ہے حالات تو میرے اختیار میں نہیں لیکن عبادات تو ہیں۔ "واقعی تم سب کچھ کتنا ٹھیک کہہ رہی ہو
میں نے کیسی بے معنی فکریں پال رکھی ہیں، اللہ کی شکر گزار بننے کی بجائے دکھاوے کی دوڑ میں ہوں۔ سوچتے سوچتے کام کرتی جا رہی تھی، کچھ کرنے کا جوش سوار تھا کہ اچانک گذشتہ رات ٹی وی پر چلنے والی خبروں کی آواز دماغ میں گونجنے لگی۔ "مویشی منڈی میں مشہور ماڈلز کی جانوروں کے ساتھ کیٹ واک۔ ہر ماڈل گائے اور بیل کی رسی پکڑے، ناز و انداز سے چلتی ہوئی ریمپ پر آ جا رہی ہے۔ موقع کی مناسبت سے موسیقی بھی مہیا کر رہے ہیں۔ "اُف کیا وقت آ گیا ہے؟
واقعی فتنے بارش کی طرح برس رہے ہیں۔ ہم کیونکر اس عظیم قربانی کی تہہ تک پہنچ سکتے ہیں جب ہمیں ان ناچ گانوں سے ہی فرصت نہیں۔
اب سجھائی دے رہا تھا کہ کیا کرنا ہے۔ کام ختم ہونے تک پلاننگ بھی مکمل ہو چکی تھی۔

....

یہ سب جو تم مجھے بتا رہی ہو، یہ سب تم نے اپنے دماغ سے سوچا ہے اور تم یہ اتنی بڑی قربانی دے کر چین سے بیٹھ سکو گی؟
زیادہ مذاق مت اڑائیں، اور یہ کوئی بڑی قربانی نہیں بہت معمولی سی بات ہے بس احساس دیر سے ہوا۔ "مگر خیال اچانک آ کیسے گیا؟ "بس جی، کسی کی بناوٹ اور دکھاوے نے آنکھیں کھول دیں اور کسی کی سادگی اور سچائی نے آنکھوں کو روشنی دے دی۔"
چلو جی وہ کہتے ہیں نا کہ دیر آید درست آید
جی جی بالکل جو چاہیں کہہ لیں، بس یونہی ہنستے مسکراتے رہیں، ہنستی مسکراتی تو تم رہا کرو کیونکہ گھر کی رونق تم سے ہی ہے۔
ٹھیک ہے تو اب کل کا اپنا ٹائم ٹیبل بتائیں۔ "اوکے باس! صبح

سب سے پہلے بینک جا کر جو سیٹ تم نے بتایا وہ نکالنا ہے، بازار جا کر اسے بیچنا ہے، پھر جامع مسجد جا کر گائے کا ایک حصہ "تھر ریلیف اینڈ قربانی فنڈ" میں بُک کروانا ہے۔ شام میں گھر واپس آ کر تمھیں ساتھ لے کر بازار جانا ہے اور بچے ہوئے پیسوں سے راحیلہ کی فیملی کے لیے عید کی مناسبت سے اور دیگر ضروری سامان لینا ہے۔ پھر ان کو دینے جانا ہے

کیوں ٹھیک ہے نا؟ جی اللہ ان لوگوں تک پہنچائے جو کھانے پینے کو ترس رہے ہیں اور اسی تڑپ میں یا تو بھوک کے مر رہے ہیں یا لاغر، بیمار اور غیر تندرست جسموں کو گھسیٹ رہے ہیں۔

فی الحال ہمیں سحری میں ٹائم پر اٹھنے کے لیے سونا ہے، اس لیے شب بخیر۔ اور چمکتی آنکھوں کو اس نے کچھ لمحوں کے لئے بند کر لیا تاکہ آنے والے کل کی خوشی کو اچھی سے محسوس کر سکے۔

آیئے اپنے آقا ﷺ سے عہد غلامی کریں

عبدالاحد حمادی

آج جس سمت بھی نظر اٹھائیں مسلم امہ پر ظلم و بربریت ہی نظر آتا ہے۔

ان دو تین عشروں میں مسلمانوں پر ظلم و جبر کی جو داستانیں رقم کی جا رہی ہیں یہ ایک دلگداز، اور روحوں کو چیر دینے والا ماحول ہے۔ اور یہ بات بھی ہم نہیں بھولے جب "بغداد" سے شعلے اٹھ رہے تھے۔۔ جب اس قدر جنازے پڑے ہوئے تھے کہ ان کو دفن کرنے والا بھی کوئی نہیں تھا۔ الغرض ظلم کا کونسا طریقہ تھا جو نہیں آزمایا گیا۔ "بدر واُحد" کی داستانیں، شِعب ابی طالب کی گھاٹیاں، طائف کے بازار، مکے کی گلیاں، کربلا کے تپتے ہوئے ریگزار داستانِ عزیمت بھی نہیں بھولے۔ اور خاص کر مسلمانوں کی موجودہ صورت حال کو جب اہل مغرب نے دیکھا اور سوچا کہ اب تو مسلمان سیاسی عدم استحکام کا شکار ہیں۔ ان کی معیشت مفلوج اور دماغ کمزور ہو چکا ہے۔ اتنی اذیتوں کے بعد ان میں زندگی کی رمق باقی نہیں رہی، ایک حبّ نبی کا جذبہ رہ گیا ہے۔ ان کے سینوں سے وہ جذبہ بھی نکال دیا جائے اور پھر ان کا نام و نشان ہی مٹا دیا لیکن مغرب کی یہ بھول ہے وہ یہ نہیں جانتا کہ مسلم امہ کا یہ لٹا ہوا کارواں یہ بدر و اُحد میں بھی لٹے میدان یمامہ اور ارض کربلا میں بھی لٹے لیکن کفار اسلام کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جب یہ خود لٹنے پہ آ جائیں تو پھر اپنا سودا کوچ محمد ﷺ میں کرتے ہیں۔ پھر یہ سب کچھ رسول کریم ﷺ کی ناموس کے لیے قربان کر دیتے ہیں. ان کے نزدیک کوئی اشارے کنائے سے بھی آقا کریم ﷺ کی ذات اقدس پہ حملہ کرے، تو یہ بھی ناقابل معافی جرم بن جاتا ہے۔ ان کے نزدیک تو نعلین نبی ﷺ کی نوک تاج شاہی سے زیادہ مقدس اور محترم ہے۔ تو پھر اہل مغرب کیسے ان کے سینوں سے حب رسول اور عشق نبی کی حرارت کو ختم کر سکتے ہیں۔

اے ہمارے آقا کریم ﷺ ماضی میں ہم سے جو کچھ ہوا، ہم بارگاہ ربوبیت اور رسالت میں معافی کے طلب گار ہیں۔ اور آج سے یہ عہد کرتے ہیں کہ ہماری ہر ایک سانس آپ کے نام وقف، حضور آپ کی ناموس کے لیے ہمارے دل و جان حاضر ر آج سے ہماری زندگی کا ایک ایک لمحہ آپ کے طریقے کے مطابق رہے گا۔

فلسفہ عید قرباں

سیدہ حفظہ احمد (حیدر آباد)

ہم ہر سال بقر عید بڑے زور و شور سے مناتے ہیں قربانی کرتے ہیں۔ کیوں نہ منائیں؟ سنت ابراہیمی کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ لیکن! کیا ہم نے سوچا اس کے اسرار و رموز کیا ہیں؟ کیا کبھی ہم نے غور کیا کہ عید قرباں سے در اصل ہمارے لیے کیا اسباق ہیں؟ آج کل ہم تو شوق میں قربانی کرتے ہیں۔ ہر ایک عمدہ جانور کی تمنا کرتا ہے اور ایک دوسرے سے برتری حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیا دین اسلام نے ہمیں یہ سکھایا ہے؟ کیا اصل مقصد کو ہم نے جان کر پورا کرنے کی کوشش کی؟

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ نے کیا خوب فرمایا ہے: "دین شوق پورا کرنے کا نام نہیں بل کہ اطاعت کا نام ہے یہ دیکھنا چاہیئے کہ دین ہم سے کیا تقاضا کر رہا ہے؟"

عید قرباں کا نام سنتے ہی ہمارے ذہن میں تین شخصیات رونما ہوتی ہیں: حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت بی بی ہاجرہ علیہ السلام

ان تینوں شخصیات سے حج اور قربانی کے واقعات جڑے ہیں۔ اللہ نے ان کو رول ماڈل بنا کر پیش کیا اور ان کے اعمال کو پسند فرما کر امت محمدیہ کے لیے واجب قرار دے دیا۔

لیکن ہم نے ان شخصیات کو سمجھ کر ان کی اتباع کرنے کی کوشش نہیں کی۔ ان کا ذکر گزرا بھی تو بس ہم نے ان محض پڑھائی کی حیثیت سے پڑھ کر کتاب بند کر دی۔ وہ جس نے دی ہے جان و مال کی بے حد ہی قربانی قسم اللہ کی کوئی نہیں ہے اس ذات کا ثانی

قربانی کا لفظ در اصل "قرب" سے نکلا ہے۔ جس کے معنی کسی شے کے نزدیک ہونا ہے۔ قربانی وہ چیز جس کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کیا جائے۔ قربانی کے ذریعے ہم اللہ کا قرب اور رضا حاصل کرتے ہیں۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۚ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ" ترجمہ: "تم نیکی کے مقام تک اس وقت تک ہر گز نہیں پہنچو گے جب تک ان چیزوں میں سے (اللہ کے لیے) خرچ نہ کرو جو تمہیں محبوب ہیں۔ اور جو کچھ بھی تم خرچ کرو، اللہ اسے خوب جانتا ہے"۔ (سورۃ آل عمران: 92)

عید قرباں میں ہمارے لیے یہ سبق ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اللہ کی محبت گھر کر جائے۔ جب ایسا ہو جائے تو ان لوگوں کے لیے کوئی بھی کام کرنا مشکل نہیں ہوتا، وہ ہر قدم پر اللہ کی راہ میں اپنی جان و مال دینے سے گریز نہیں کرتے، آزمائش آئے تو صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے، اللہ پر توکل کر کے اس سے مدد مانگتے ہیں اور ثابت قدم رہتے ہیں۔ اپنا ہر معاملہ اللہ کے سپرد کر دیتے ہیں تو اللہ بھی ان کی مدد کرتا ہے۔ صبر برداشت کی قوت (جان مال خواہشات کی قربانی) انسان کی زندگی کو خوشگوار بناتی ہے۔ اسی طرح مقصد کے لیے کوشش کرنے اور اللہ کی مدد پہنچنے کا انتظار کرے ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جانا معقول بات نہیں ہوتی۔"

اللہ کو نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے نہ ان کا خون، لیکن اس کے پاس

تمہارا تقوی پہنچتا ہے، اس نے یہ جانور اسی طرح تمہارے تابع بنا دیئے ہیں تاکہ تم اس بات پر اللہ کی تکبیر کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت عطا فرمائی، اور جو لوگ خوش اسلوبی سے نیک عمل کرتے ہیں، انہیں خوشخبری سنا دو"۔ (سورۃ الحج: 37)

قربانی کے اس عمل میں ہمارے لیے یہ قیمتی موتی بھی ہیں کہ ہم اپنی کوئی بھی قیمتی چیز قربان کرتے ہوئے کترائیں نہیں۔ اللہ کی راہ میں گن گن کر خرچ نہ کریں، بل کہ ایسے خرچ کریں کہ دایاں ہاتھ سے دیں تو بایاں ہاتھ کو خبر بھی نہ ہو۔ اللہ تعالی نے پچھلی امتوں میں بھی قربانی کا حکم دیا تھا۔ "اور ہم نے ہر امت کے لیے قربانی اس غرض کے لیے مقرر کی ہے کہ وہ ان مویشیوں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے انہیں عطا فرمائے ہیں۔ لہذا تمہارا خدا بس ایک ہی خدا ہے، چنانچہ تم اسی کی فرمانبرداری کرو، اور خوشخبری سنا دو ان لوگوں کو جن کے دل اللہ کے آگے جھکے ہوئے ہیں"۔

پچھلی امتوں میں قربانی کا تصور تو تھا لیکن ان کو قربانی کے جانور کی باقیات اور اس سے فائدہ حاصل کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ ان کی قربانی کو ایک آگ آ کر کھا جاتی تو یقین ہو جاتا کہ قربانی اللہ کی بارگاہ میں قبول ہوئی۔ اگر ابھی ایسا ہوتا تو ہم ابھی اپنا محاسبہ کریں ہماری نیت کے مطابق کتنے لوگوں کی قربانی قبول کی جاتی؟ اللہ نے اس امت پر سے یہ روک ہٹائی اور قربانی کے بعد جانور کی ہر چیز میں فائدہ رکھا گیا۔ کھال سے لے کر گوشت تک ہر چیز سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دی گئی۔ گوشت کو ضائع کرنے کے بجائے خود بھی کھاؤ اور دوسروں کو بھی کھلاؤ کا حکم دیا گیا۔

قربانی کے اس گوشت کے تین حصے کرنے کا طریقہ بتایا تاکہ وہ لوگ جو پورا سال اس نعمت سے محروم رہے، وہ بھی خوشی کے دن اس نعمت سے فائدہ اٹھائیں۔ پس جو قربانی صدق و اخلاص سے دی جائے۔ اس قربانی کے خون کا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کی بارگاہ میں شرف قبولیت پا جاتی ہے۔ (مشکوۃ)

اس سے ثابت ہوا کہ ہمارے ہر عمل میں اخلاص کا ہونا بہت ضروری ہے۔ دکھاوا تمام اعمال کو تباہ کر دیتا ہے۔ الغرض یہ کہ خالصتاً اللہ کی رضا و خوشنودی اور غریبوں کے ساتھ تعاون ہی عید قرباں کا مقصد ہے۔ اللہ تعالی ہماری نیتوں کو درست فرما کر صحیح مقصد کی طرف رہنمائی فرمائے۔ آمین

یادِ حرم

از سعدیہ نعمان

میں ایک بے ادب و کم شناس اعرابی
سلگتے دشت سے آیا ہوں مدینے میں

فون کی اسکرین پہ ایک بار پھر حوّا کا نام جگمگا رہا تھا ایک محبت بھری مسکراہٹ کے ساتھ میں نے پیغام کھولا تو اس نے کچھ تصاویر شیئر کی تھیں میں نے جواب میں کچھ پھول اور دل روانہ کئے، یہ واٹس آپ پیغامات اور اس کے علاوہ کبھی کبھار کوئی فون کال جس میں وہ "سعادیہ سعادیہ" کہتے اپنی ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں جذبات کا اظہار کرتی اور میں ... جاتی نہ میری انگریزی اس ... سمجھ میں آتی اور نہ مجھے اس کی مقامی افریقن زبان، پھر بھی 2012 سے اب 2021 تک ہم ایک مضبوط رابطہ میں ہیں، ہماری ملاقات صحن حرم نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں ہوئی تھی جب اس نے میرے ساتھ بچوں کو دیکھ کے کہا تھا کہ میں حج پہ آتے ہوئے اپنے بچوں کو گھر چھوڑ کے آئی ہوں ان بچوں کے ہم عمر ہیں وہ اپنے بچوں کو یاد کر رہی تھی پھر ہم نے کتنی ہی دیر ایک ساتھ وقت گزارا جاتے سمے فون نمبرز کا تبادلہ کیا پھر سنٹرل افریقہ کے شہر کیمرون سے آنے والی حوا سے صحن حرم میں قائم ہونے والی دوستی پکی ہو گی کہ مشترک اس میں اللہ و رسول کی محبت تھی۔

پھر ایک روز مسجد نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ہال میں ملنے والی وہ چینی حسینہ معصوم سی مسکراہٹ لئے میرے دائیں جانب بیٹھی تھی نماز میں ابھی کچھ وقت تھا، میرے ساتھ تینوں بیٹیوں کو دیکھ کے وہ بہت خوش تھی لیکن پھر وہی زبان کا مسئلہ انگریزی وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی اور چینی زبان سے میں بالکل نا آشنا تھی ٹوٹی پھوٹی گفتگو میں ہم ایک دوسرے کو مدعا سمجھانے کی کوشش کرتے رہے وہ حیران تھی کہ یہ تین بیٹیاں میری ہیں اسے یقین نہ آتا تھا پھر جب میں نے بتایا کہ دو بیٹے بھی ہیں جو اپنے بابا کے ساتھ مردوں کی طرف ہیں تو وہ اپنی حیرت چھپا نہ سکی بار بے یقینی سے کچھ کہتی رہی میں نے پرس سے ایک چھوٹے ... ایک فیملی پکچر نکالی اور اسے دکھائی تو اسے ... بڑی محبت سے اس نے وہ تصویر مجھ سے مانگ لی اور پیار سے اس پہ ہاتھ پھیرتی رہی پھر اپنے بیگ میں رکھ لی میں نے اسے لکھ لکھ کے ڈرائنگ بنا بنا کے فون نمبر ای میل یا کوئی بھی رابطہ کا ذریعہ جاننے کی کوشش کی لیکن بد قسمتی سے کچھ بھی نہ مل سکا اب شاید جنت میں ہی ملاقات ہو لیکن رمضان کے بابرکت دنوں میں حرم کی یاد کے ساتھ وہ چینی حسینہ بھی اسی مسکراہٹ کے ساتھ جھٹ سے سامنے آن کھڑی ہوتی ہے۔

پھر وہ امریکہ میں بسنے والی عزیمت کی تصویر جس کی آپ بیتی نے مجھے ہلا کے رکھ دیا تھا جو کبھی مجھے بھولتی ہی نہیں، جب کبھی بھی کوئی یہ حسرت بیان کرتا ہے کہ جانے کب بلاوا آئے گا تو وہ پیاری سی مریم اپنا آنسوؤں سے تر چہرہ لئے میرے دل سے نکل کے آنکھوں میں آ ٹھہرتی ہے، یہ بھی حرم نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ایک پر سکون شام تھی مغرب کی نماز میں کچھ وقت تھا میرے ساتھ ہی ایک انڈین ٹیچر اپنے ٹیبلٹ پہ قرآن لگائے تلاوت میں مصروف تھیں سامنے قالین پہ عبداللہ بچوں کے

ساتھ کھیل رہا تھا، ایک گہرا سکون تھا جو اندر تک اتر رہا تھا ایسے میں اگلی صف میں تنہا بیٹھی ہچکیوں سے روتی مریم پہ نگہ پڑی، یہاں سب روتے ہیں یہ در ہی ایسا ہے یہ گھر ہی ایسا ہے، جیسے بچہ ماں سے لپٹ کے روتا ہے ضد کرتا ہے اپنی باتیں منواتا ہے اسی طرح یہاں سب روتے ہیں، لیکن اس کا رونا ختم ہی نہ ہوتا تھا، میں نے اس کے کاندھے پہ ہاتھ رکھا اس نے پلٹ کے پیچھے دیکھا ،اس کے آس پاس اس کے ساتھ کوئی نہ تھا بس وہ تنہا تھی، میں اس کے قریب بیٹھ گئی، کیا میں آپ کی کوئی مدد کر سکتی ہوں، میرے پوچھنے پہ وہ بلک بلک کے رونے لگی، سنو میرا یہاں آنا قبول ہو جائے گا نا،

سنو میں اسے ضائع نہیں کرنا چاہتی میں اسے بالکل ضائع نہیں کرنا چاہتی میں پوری زندگی اس خزانہ کو سمیٹ کے رکھنا چاہتی ہوں میں نے 15 سال انتظار کیا میں نے 15 سال اس آس پہ کاٹے کہ کب میں اللہ کے در پہ حاضری دوں گی کب میں نبی مہربان کے شہر میں جا سکوں گی، میں بالکل تنہا ہوں ، میرے والدین نے مجھے نہیں چھوڑا میں نے انہیں چھوڑ دیا سب رشتے ختم کر دیئے وہ مسلم نہ تھے وہاں وہ سب ہوتا تھا جو حرام ہے مجھے اپنی بہنوں سے ماں سے محبت تھی میں نے انہیں سمجھانے کی بہت کوشش کی لیکن کچھ بھی نہ سدھرا پھر میں نے انہیں چھوڑ دیا، مجھے اللہ کریم نے ہدایت کے رستہ پہ ڈالا، شوہر ہے تو مسلمان لیکن اس کے ساتھ رہتے رہتے پتہ چلا کہ یہ صرف نام کا مسلم ہے پھر اس کی اصلاح کے لئے میرا تڑپنا اور سیدھے راستہ پہ چلنے کی آرزو اسے پسند نہ آئی وہ مجھ سے بیزار ہوتا گیا اب میرا اس کا صرف نام کا رشتہ ہے میرا ایک ہی بیٹا ہے جس کا ایمان بچانے کی خاطر میں نے اپنے والدین سے رشتہ توڑا، شوہر کو بہت راضی کرنے کی کوشش کی کہ اللہ کریم کے در پہ حاضری کا شوق پیدا ہو تو حج عمرہ کے لئے جا سکیں لیکن وہاں تو بے حسی تھی کہ ختم ہی نہ ہوتی تھی، آرزو تھی کہ جاگتی ہی نہ تھی، پھر میں نے اپنے معصوم بیٹے کے بڑے ہونے کے انتظار میں 15 سال گزارے تا کہ وہ محرم کے طور پہ میرے ساتھ اس سفر پہ آ سکے، ان 15 سالوں میں کچھ جمع پونجی اکھٹی کرتی رہی،

اب الحمد للہ میرا بیٹا میرے ساتھ آیا ہے روتے روتے وہ مسکرانے لگی اس کی آنکھوں میں چمک تھی، اب گروپ کے سب لوگ دبئی کے راستہ چند دن کا قیام کرتے ہوئے واپس جانا چاہتے ہیں اور تمہیں پتہ ہے نہ دبئی کے ان چند دنوں کے قیام میں کیا ہوگا، بس مجھے یہی خوف ہے کہ یہاں سے نکلتے ہی میرا سرمایہ ضائع نہ ہو جائے، اب میں اور بیٹا اپنے لئے ڈائریکٹ فلائٹ دیکھ

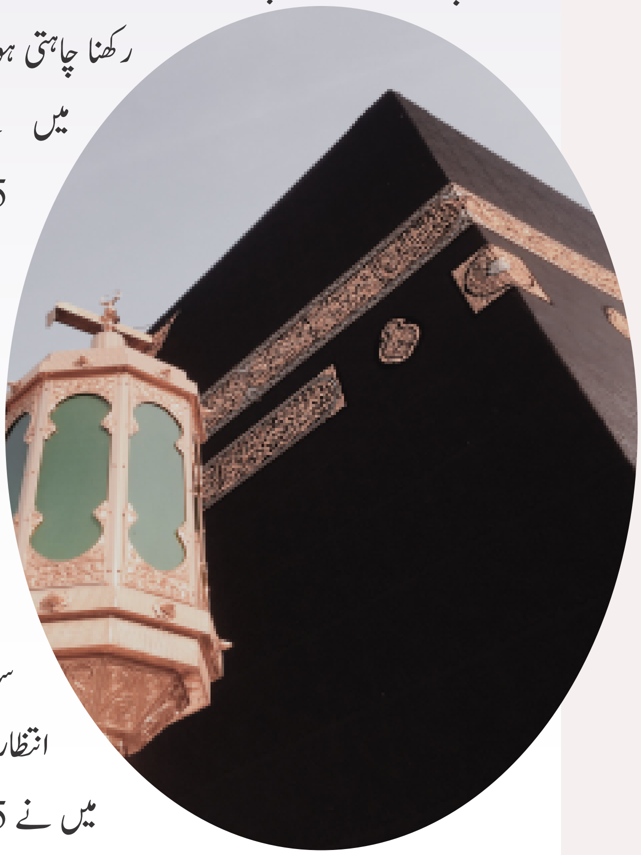

رہے ہیں بس میں یہاں گزرا ایک ایک پل محفوظ رکھنا چاہتی ہوں کہ میں نے اس کے لئے بڑا لمبا انتظار کیا تھا---"

اس کی عزیمت کی داستان نے مجھے گنگ کر دیا تھا، رب تمہیں ضائع نہیں ہونے دے گا مریم، میں نے اسے 60 کی دہائی میں یہودی خاندان کو چھوڑ کے اسلام قبول کرنے والی اسی کی ہم نام مریم جمیلہ کی کہانی سنائی، ان کی لکھی کچھ کتابوں کے بارے میں اسے بتایا اور ہم گلے ملتے ایک دوسرے سے جدا ہو گئے لیکن مریم مجھ سے کبھی جدا نہیں ہو سکی--

اور وہ ہندوستانی نژاد کینیڈین حلیمہ، ہماری بلڈنگ ہی کے گراؤنڈ فلور والے اپارٹمنٹ میں اپنے شوہر اور دو بیٹوں کے ساتھ رہائش پذیر تھی، ایک دن مجھ سے کہنے لگی سعدیہ یہ پاکستانیوں کی نبی مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے شدید محبت سے میں بہت متاثر ہوں، خاص طور پہ رمضان المبارک کے ان دنوں میں جدھر نظر جاتی ہے حرم میں پاکستانی ہی نظر آتے ہیں، اور میں سوچنے لگی کہ کس کی محبت شدید ہے، حلیمہ تم سب کی یا حرم میں جوق در جوق آنے والے زائرین کی، حلیمہ اور اس کا شوہر کینیڈا میں جا بسنے والے انڈین خاندان کی تیسری نسل تھے جو جما جمایا بزنس عالیشان گھر اور زندگی کی سب سہولیات چھوڑ کے خاندان بھر کی مخالفت مول لے کے دونوں چھوٹے بچوں کو لئے مدینہ آ بسے تھے بچوں کو یہاں حفظ کے حلقہ میں داخل کروایا شوہر طالب علم کو ملنے والے ماہانہ وظیفہ پہ دینی تعلیم لینے لگے معاش کے لئے کچھ روزگار بھی کرنے لگے، حلیمہ بتاتی تھی کہ یہ سب اسلئے ہے کہ بچوں کی بنیاد اچھی بن جائے یہ حفظ کر لیں گے اور بنیادی دینی تعلیم حاصل کر لیں گے تو واپس چلے جائیں گے، رمضان کریم میں اس کی محنت دیدنی ہوتی تین بجے سہ پہر ہی وہ بچوں کو ساتھ لئے افطار تقسیم کے سامان کی ایک بڑی ٹوکری خود تھامے پانی اور جوس کی بوتلیں بچوں کو تھمائے حرم کے راستہ پہ ہو لیتی، گھر سے شاہراہ عبدالعزیز سے ہوتے ہوئے حرم تک گاڑی میں کوئی دس منٹ لگتے ہوں گے لیکن رمضان المبارک میں یہی راستہ بے پناہ رش کی وجہ سے گھنٹہ بھر میں طے ہوتا سوا گیارہ بجے رات تک تراویح ختم ہوتے ہی گھر کا رخ کرتے تو ایک بجے تک گھر پہنچ پاتے، آخری دنوں میں تو رش مزید بڑھ جاتا تو وہ دس دنوں کے لئے حرم کے ساتھ ہی کمرہ کرائے پہ لیتے گھر کو تالا لگا کے ادھر ہی شفٹ ہو جاتے تاکہ آخری دس دنوں کی برکات سمیٹ سکیں-------(جاری ہے)

حیاء

عمارہ فہیم

"آپی! آپ کو پتا ہے! افارعہ ہے نا! وہ احمد ماموں کی بیٹی! وہ نا ٹک ٹاک ویڈیوز بناتی ہے۔"

دعا نے ماریہ کے پاس پلنگ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "اچھا! تبھی وہ کل فاطمہ باجی کی شادی میں اتنے سٹائل مار رہی تھی، وہ یقیناً ویڈیو ہی بنا رہی ہو گی۔"

قریب ہی بیٹھی ڈرائنگ بناتی سدرہ نے کام روک کر دعا کی بات کا جواب دیتے ہوئے منہ کے مختلف زاویے بناتے ہوئے کہا۔ "دعا میڈم! یہ آپ کو کہا کس نے کہ وہ ٹک ٹاک بناتی ہے؟ اور سدرہ صاحبہ! آپ کب سے نجومی ہو گئی ہیں جو دور بیٹھے اندازے لگانے لگیں کہ وہ ویڈیو بنا رہی ہو گی فلاں فلاں!" ماریہ نے پہلے دعا اور پھر سدرہ کی طرف متوجہ ہو کر نرم لہجے میں پوچھا۔"

مجھے تو فارعہ نے خود بتایا تھا کہ وہ ٹک ٹاک بناتی ہے ادیکھ لیں آپی! آپ مجھے ہر بات پر ڈانٹ لگاتی ہیں، آپ کی بہن بہت معصوم سی بچی ہے، میں تو میٹرک میں آ گئی اور اب تک ایک ویڈیو بھی نہیں بنائی بلکہ میرے پاس تو اپنا موبائل بھی نہیں ہے اور وہ دونوں مجھ سے چھوٹی ہیں اور دیکھیں کتنی فاسٹ ہیں۔"

دعا بڑے مزے سے اپنے دل کے دکھ بتا رہی تھی جسے ماریہ نے بہت تحمل سے سنا۔

"اچھا! معصوم ہیں آپ! تو یہ بتائیں معصومیت کے ریکارڈز توڑتی ملکہ صاحبہ! کل بھائی کا موبائل لے کر کیا کر رہی تھیں آپ؟"

سدرہ نے جھٹ پٹ رات کی داستان بتانا شروع کر دی کہ کہیں ماریہ آپی دعا کی معصومیت پر فدا ہی نہ ہو جائیں۔ "وہ میں تو بس ایسے ہی دیکھ رہی تھی، (چپ نہیں ہو سکتیں کیا) گلا جملہ دعا نے سدرہ کے قریب ہو کر دانت پیستے ہوئے کہا جسے ماریہ آپی نے سن لیا تھا۔

"یہاں آؤ دونو!"

ماریہ آپی نے اپنے سامنے پلنگ پر خالی جگہ کی طرف اشارہ کیا۔ اور دونوں کسی روبوٹ کی طرح چلتی ہوئی آپی کے سامنے آ کر بیٹھ گئیں۔

"اگر کوئی صحیح کر رہا ہے تو بہت اچھی بات ہے ہمیں اسے سراہنا چاہیے اور اگر کوئی غلط کر رہا ہے تو دو کام ہیں جو ہم کر سکتے ہیں ایک اگر اسے سمجھا سکتے ہیں اور معلوم بھی ہو کہ سامنے والا آپ کی بات سن لے گا تو ضرور سمجھانا چاہیے اور اگر سمجھا نہیں سکتے روک نہیں سکتے تو پھر اس غلط کام کو برا سمجھتے ہوئے اگلے بندے کے اس برے کام سے باز آ جانے کی دعا کرنی چاہیے۔ دونوں کو میری کوئی بات سمجھ آئی یا سر گزر گئی۔" ماریہ آپی نے مختصر مگر تھوڑی مشکل بات کہہ کر دونوں کی جانب دیکھا۔

"کچھ کچھ تو سمجھ آ گئی۔" دعا نے معصوم سی شکل بنا کر کہا:

"آپی تمھیں بڑوں کے سامنے دادی اماں بننے کا نہیں جو کہہ رہی ہو کہ ہماری بات کون سمجھے گا۔"

سدرہ نے کہا "دونوں لڑنا مت شروع کر دینا۔

میری بات کا مطلب ہے کہ بڑے بہن بھائی چھوٹے بہن

بھائیوں کے لیے نمونہ ومثال ہوتے ہیں اور جو بات آپ دونوں نے کہہ ٹک ٹاک والی اور آپ دونوں کے لب ولہجے سے اندازہ ہو رہا ہے کہ آپ اس کام سے متاثر بھی ہیں تو کیوں نا اب اس پر بات ہو جائے۔" ماریہ آپی نے دونوں کو دیکھ کر کہا۔"

جی آپی! میں آپ کو بتاتی ہوں یہ جو ایپس ہیں نان کے ذریعے ہم پیسے کما سکتے ہیں اور مشہور بھی ہو سکتے ہیں۔" دعا نے اپنی معصوم سی سوچ کے مطابق تعریفوں کے پل باندھے۔

"دعا! بات تو آپ کی صحیح ہے، کہ پیسے بھی کما سکتے ہیں اور مشہور بھی ہو سکتے ہیں لیکن آپ کو معلوم ہے ایسی بہت سی جگہیں جو انسان کی شرم وحیا کو چھین لیں اور انھیں غلط راستے پر سوار کر دیں ان سب کے بارے میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان موجود ہیں بس ضرورت ہے تو غور کرنے کی۔" ماریہ آپی نے مسکراتے ہوئے کہا اور ایک لمحہ کو سانس لے کر پھر گویا ہوئیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ (حیا ایمان کے شعبوں میں سے ایک ہے)

شرم وحیاء انسان کو برائیوں اور گناہوں سے روکتی ہے۔ ہر چیز کے ایک صحیح اور غلط استعمال ہوتا ہے اب یہ ہم پر ہے کہ ہم اسے صحیح کام کے لیے استعمال کرتے ہیں یا غلط کام کے لیے، ناچ گانا یا بے ہودہ ویڈیوز بنانا یہ سب انسان کے اندر سے حیا کو ختم کر دیتی ہیں اور پھر آہستہ آہستہ انسان کوئی بہت غلط کام بھی کر جاتا ہے اور لڑکیوں کو تو اور بھی محتاط اور باحیا ہونا چاہیے کیونکہ حیا کو عورت کا زیور کہا جاتا ہے اور زیورات کا عورتوں کو خاص طور پر لڑکیوں کو کتنا شوق ہوتا ہے کوئی چاہے گا اس کا زیور کھو جائے۔

"نہیں" دونوں نے ساتھ جواب دیا۔

"بالکل جب عام زیور کو کھونے پر ہم پریشان ہو جاتے ہیں تو حیا تو ہمارا بہت قیمتی زیور اور گہنا ہے جس کی ہمیں سب سے زیادہ حفاظت کرنی چاہیے۔"

"آپ نے ٹھیک کہا آپی! میں سمجھ گئی! اب سے میں اسکارف کا بھی خیال رکھوں گی اور موبائل میں کوئی تصویر بھی نہیں بناؤں گی کیونکہ وہ بھی تو بہت سارے لوگ دیکھ لیتے ہیں نا۔" دعا نے ایک بار پھر معصومیت میں اچھی بات کہی کہ موبائل میں بنائی گئی تصاویر بھی تو بہت سے لوگ دیکھ سکتے ہیں جو اچھی بات نہیں اس لیے ہم سب کو احتیاط کرنی چاہیے۔

حیاء شمارے کے پیارے قارئین! دعا اور سدرہ نے تو جان لیا کہ حیا ایمان کے شعبوں میں سے ایک ہے اور وہ بہت محتاط بھی رہنے کا عہد بھی کر چکی ہیں تو آپ بھی دعا و سدرہ کا ساتھ دیں گے نا!

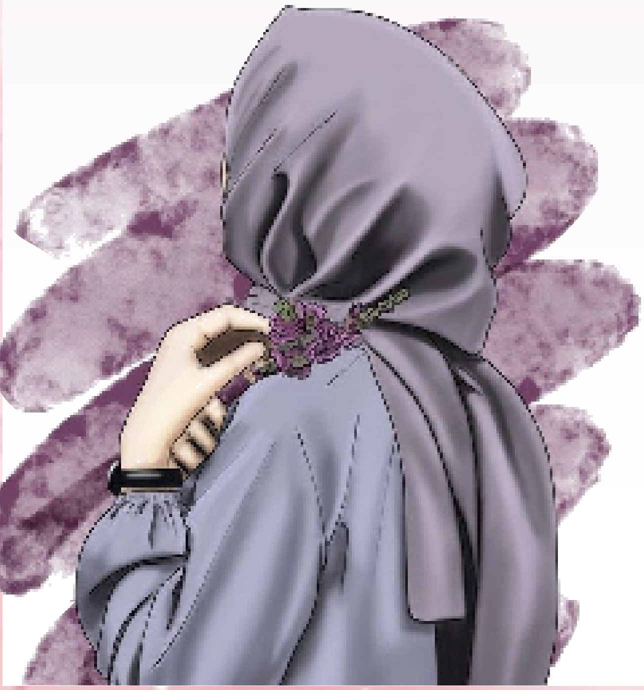

اردو کی غلطیاں کیسے دور کریں؟

(عبدالباسط ذوالفقار)

کسی بھی تحریر میں ذکر کیا گیا واقعہ جتنا اہم ہوتا ہے، اتنی ہی اہمیت اس میں استعمال کیے گئے الفاظ کی بھی ہوتی ہے۔ یعنی تحریر کی خوبصورتی الفاظ کے انتخاب اور اس کے بعد صحیح اور بر محل استعمال میں ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ تحریر تو بہت شاندار ہوتی ہے لیکن دو چار الفاظ اس کا مزا کرکرا کر دیتے ہیں۔ نادانی میں ہم الفاظ کو صحیح طور ادا نہیں کر پاتے۔ کبھی مذکر و مونث کی چھوٹی سی غلطی تحریر کو پھیکا کر دیتی ہے تو کبھی ''کا، کے، کی، ہے، ہیں اور نون غنہ، ہوتا، ہوتی'' وغیرہ کا غلط استعمال تحریر کو اڑان بھرنے سے روک لیتا ہے۔

اب یہ مسئلہ تو زبان کا ہوتا ہے۔ مادری زبان کا اثر اردو پر ظاہر ہونے لگتا ہے۔ بولیے یا لکھیے، صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اظہارِ خیال فرمانے والے شخص کی مادری زبان اُردو نہیں، کچھ اور ہے۔ سوشل میڈیا پر بہت سے دانشور دیکھے جن کے گرد لوگوں کا ایک ہجوم رہتا ہے۔ ان کی تحریر منٹوں میں سیکڑوں لائیکس اور کمنٹس اکٹھا کر لیتی ہے، لیکن جب تحریر پڑھیں تو وہی زبان کا مسئلہ، مذکر مونث کی خبر ہی نہیں ہوتی۔ کون سا لفظ کہاں اور کیسے لکھنا ہے، معلوم ہی نہیں۔ داد و تحسین کے شور و غوغا میں ایسی غلطیوں کی نشاندہی ممکن نہیں رہتی اور یوں قلمکار اپنی غلطیوں میں بھی پختہ سے پختہ تر ہوتا جاتا ہے۔

البتہ ایسے لوگ بھی دیکھنے میں آتے ہیں کہ اگرچہ ان کی مادری زبان اُردو نہیں ہوتی لیکن مجال ہے کہ ان کی تحریر و تقریر سے شائبہ تک گزرے۔ اس پیارے انداز سے، اصولوں کو مد نظر رکھ کر لکھا ہوتا ہے کہ خبر ہی نہیں ہوتی کہ کب تحریر ختم ہو گئی۔ معمولی سی بات الفاظ کے بناؤ سنگھار سے یوں سامنے آتی ہے کہ قاری دنگ رہ جاتا ہے۔ سلاست، خوبصورتی، حسنِ الفاظ اور ان کا بر محل استعمال، انداز بیاں اس قدر اچھا کہ قاری پڑھتا چلا جاتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ آخر ایسا کیا عمل کیا جائے جس سے ہماری تحریر و تقریر میں غلطیوں کا امکان نہ رہے؟ کیسے اس کمزوری سے چھٹکارا پایا جائے؟ مذکر مونث، واحد اور جمع کی پہچان کیسے ہو؟ بے شک اردو بہت ہی وسیع زبان ہے۔ اس خوف سے لکھنا نہ چھوڑنا چاہیے، نہ ہی احساس کمتری میں مبتلا ہونا چاہیے کہ میری تحریر میں غلطیاں ہوتی ہیں، یا پھر میں صاحب زبان نہیں۔

آپ کے ساتھ اگر یہ مسئلہ ہے تو چنداں پریشانی کی بات نہیں۔ لکھنے میں غلطیوں پر ہر ممکن اصلاح کے لیے اہل زبان کچھ طریقے بتاتے ہیں۔ ان باتوں کا خیال رکھتے ہوئے اس طریقے پر عمل کیا جائے تو اپنی غلطیوں پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ الفاظ کا انتخاب، مطالعے کی وسعت سے آسان ہو جاتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ مطالعہ اور دوران مطالعہ معانی و مفاہیم سمجھنا ضروری ہے۔ اسی طرح الفاظ کے قواعد اور تذکیر و تانیث وغیرہ پر بھی خصوصی دھیان دینا چاہیے۔ ساتھ ہی ساتھ مسلسل مشق بھی

ضروری ہے۔اردو لکھتے رہیے،اور خود اس کا ناقدانہ جائزہ لیتے رہیے۔وقت کے ساتھ ساتھ خامیاں دور ہوتی جائیں گی۔

یاد رکھیے کہ لکھتے رہنے کا مطلب یہ ہر گز نہیں کہ ہر تحریر شائع بھی کی جائے۔ہاں، جس تحریر کے معیار سے مطمئن ہو جائیں اسے شائع ضرور کیجیے،باقی صرف اپنے جائزے کے لیے اپنے پاس ہی رکھ لیجیے۔مزید یہ کہ ایک مستند اردو لغت ضرور اپنے پاس رکھیے جس میں ہر اس لفظ کا مطلب ضرور دیکھیے جس پر ذرا بھی شک ہو اور یہ بھی ضرور دیکھیے کہ یہ مذکر ہے یا مونث۔اسی حساب سے کا، کی، کے وغیرہ کا استعمال کیجیے۔ پڑھیے اور مشق کیجیے، لکھیے،پھر کسی سے تصحیح کروالیجیے۔جن غلطیوں کی نشاندہی کی جائے انہیں نوٹ کرکے دوبارہ،سہ بارہ کوشش کیجیے۔یوں غلطیاں ختم ہوگی۔

یہاں ایک مسئلہ اور ہے کہ بعض لوگوں کو اردو کے اصولوں کی خبر نہیں۔اردو لکھنے کے موٹے پتلے قواعد پر دسترس نہیں، نہ دورانِ مطالعہ ہی وہ نوٹ کر پاتے ہیں۔ان کے لیے خاص کر ان احباب کے لیے جو چاہتے ہیں کہ ان کی تحریروں میں سے، ان کی زبان میں سے غلطیاں دور ہو جائیں اور اردو پر دسترس حاصل ہو۔

خاص مشورہ ہے: چوتھی جماعت کی ”کتابِ اردو“ اور ”قواعد اردو“ خرید لیجیے اور سبقاً پڑھیے۔مشقیں حل کیجیے اور بالترتیب آگے بڑھتے جایئے۔ پانچویں، چھٹی، ساتویں۔ بارہویں جماعت تک۔آپ کی اردو نہ صرف پختہ ہوگی بلکہ قواعد بھی از بر ہو جائیں گے۔مذکر و مونث کی غلطیوں سمیت الفاظ کی دیگر غلطیاں بھی اڑان بھر کر غائب ہو جائیں گی۔اب اگر آپ کو قلتِ وقت کا سامنا ہے یا کم وقتی کا بہانہ یا پھر سستی کے گھوڑے پر سوار ہیں تو اطمینان رکھیے،اردو ٹھیک نہیں ہوگی بلکہ غلطیاں مزید پختہ ہوتی جائیں گی۔

سو آج ہی سے شروع کیجیے ،بہتری کی امید کے ساتھ۔چھوٹی کتابوں کو پڑھنا رائی کا پہاڑ نہ بنایئے بلکہ اپنی تحریر کا لوہا منوانے کے لیے اپنی زبان سیکھیے۔

قوی امید ہے کہ جہاں غلطیوں سے نجات حاصل ہوگی وہیں اردو داں بھی شمار ہونے لگیں گے۔

حیات لے کے چلو کائنات لے کے چلو

سائرہ نعیم

اللہ تعالی نے ہر انسان کو فطرت سلیم پر پیدا فرمایا ہے اور کچھ خوبیاں ہر ایک کے ضمیر میں گوندھ دی گئی ہیں جو آفاقی سچائیاں ہیں انہی میں سے ایک سچائی حیا ہے۔ اللہ تعالی نے مرد وزن دونوں کے لئے حیاداری کو پسند فرمایا ہے بلکہ احکامات بھی نازل کئے ہیں۔ حیا کے معنٰی شرم کے ہیں۔

حیا اللہ تعالی کی صفت ہے جس کا ذکر کتاب وسنت میں موجود ہے۔ حیا تمام تر اخلاقی اقدار کا سرچشمہ ہے جو انسان کو برائی سے روکتی ہے اور اچھے کاموں کی ترغیب دلاتی ہے۔

شرم و حیا ایک نور ہے جو انسان کو خلوت و جلوت میں استقامت پر مجبور کرتا ہے۔ دل میں حیا کا جذبہ پختہ کرنے کے لئے اللہ تعالی کی نعمتوں اور احسانات کو یاد کریں اور اس کے مقابلے میں اپنی کارستانیوں کو مدنظر رکھیں اور یہ تصور بنائیں کہ اللہ تعالی اسے ہر وقت دیکھ اور سن رہے ہیں تو اس فطری جذبے کی نشوونما پروان چڑھتی ہے۔ انسان کو تنہائی میں اپنے آپ سے بھی حیا کرنا چاہئے تاکہ ظاہر و باطن دونوں پاک صاف ہوں اور صحیح راستے کا انتخاب آسان ہو سکے۔

حیا کا ماخذ حیات ہے تو جس قدر دل میں حیا (زندگی) ہو گی اسی مقدار میں حیا بھی ہو گی۔ فی زمانہ زبان زدعام جملہ "حیا دل میں ہوتی ہے" اس لحاظ سے بھی غلط ثابت ہوتا ہے کہ برے کام کرتے ہوئے ضمیر کی آواز کو بزور قوت دبایا جاتا ہے۔

اعلیٰ ترین حیا وہ ہے جو اللہ تعالی سے ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے اللہ تعالی سے کما حقہ حیا کرو" (ترمذی)۔

یعنی اللہ تعالی آپ کو ایسی جگہ نہ پائے جہاں سے اس نے روکا ہے جیسے ناچ گانے کی محافل، بے خبر کو دھوکہ دینا، ظلم کرنے میں حصہ دار بننا، کام چوری وغیرہ اور وہاں سے آپ کو غیر حاضر نہ پائے جہاں کا اس نے حکم دیا ہے۔ جیسے نماز کے اوقات، بے کس و فقیر کی امداد کرنا یا بھوکے کو کھانا کھلانا یا ناحق قید میں سے مظلوم کو نکالنے کے لئے کوشش کرنا، معاشرے کے کمزور طبقے کے ساتھ کھڑے ہونا سب شرم و حیا والی فطرت کی مثالیں ہیں۔

اسلام کے اخلاقی تعلیم و تربیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ حیا کے اسی چھپے ہوئے مادے کو فطرت انسانی کی گہرائیوں سے نکال کر علم و فہم اور شعور کی غذا سے اس کی پرورش کرتی ہے اور ایک مضبوط حاسہ اخلاقی بنا کر اس کو نفس انسانی میں ایک کوتوال کی حیثیت سے متعین کر دیتی ہے۔ حیا انسان کو باادب ہونے پر ابھارتی ہے۔ انسان کے ساتھ ہر وقت فرشتے ہوتے ہیں ان فرشتوں کے احترام میں یہ شامل ہے کہ ان سے حیا کریں۔

علامہ ابن قیم رح کہتے ہیں کہ ان معزز محافظوں کا احترام کرو اور انہیں ایسی حرکت دکھانے سے شرم کرو جو تم انسانوں کو دکھانے سے شرماتے ہو۔ اللہ تعالی کو اپنے اسماء اور صفات بہت پسند ہیں اور اللہ تبارک تعالی اپنے صفات کے اثرات اپنی مخلوق میں دیکھنا چاہتا ہے اسی لئے اللہ تعالی نے ان کے واسطے سے دعا کرنے کی ترغیب دی۔

تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی امتوں کو حیا کی ترغیب دلائی۔انسان کی فطری حیا ایک ایسے اَن گھڑ مادے کی مانند ہوتی ہے جس نے ابھی کوئی شکل نہ اختیار کی ہو۔وہ تمام منکرات سے بالطبع نفرت تو کرتی ہے مگر اس میں سوجھ بوجھ نہیں ہوتی،اس لئے وہ یہ جاننے سے قاصر ہوتی ہے کہ کسی خاص فعلِ منکر سے اس کو کیوں نفرت ہے؟

رفتہ رفتہ اس کے احساس نفرت کو کمزور کر دیتی ہے حتٰی کہ انسان منکرات کا ارتکاب کرنے لگتا ہے اور اس ارتکاب کی پیہم تکرار آخر کار حیاء کے احساس کو بالکل ختم کر ڈالتی ہے۔اسلام کی اخلاقی تعلیم کا مقصد اسی نادانی کو دور کرنا ہے۔وہ اس کو نہ صرف کھلے ہوئے منکرات سے روشناس کراتی ہے بلکہ نفس کے چور خانوں تک میں نیتوں اور ارادوں اور خواہشات کی جو برائیاں چھپی ہیں ان کو بھی نمایاں کر دیتی ہے۔حیا میں جدت کی کئی اشکال ہیں۔مکمل لباس اور ذہن میں وارد خیالات کو غلط سمت جانے سے روک لینا نیکی ہے۔فریبِ نظر کی کارفرمائیوں پر قابو رکھنا ہی جدت ہے ورنہ تو شتر بے مہار (بے قابو اونٹ) ہونا بہت آسان ہے۔جسم پر موجود لباس کو کم کرنا جدت / فیشن کیسے ہو سکتا ہے جب کہ یہ ایک غیر فطری عمل ہے۔زمانہ قدیم میں انسان برہنہ نہیں ہوتے تھے بلکہ شرم و حیا کے فطری جذبے کے تحت جانوروں کی کھال لپیٹ لیا کرتے تھے۔پھر انسانی ذہن نے ترقی کے ادوار سے گزرتے لباس کی موجودہ شکل وضع کی۔اب یہ ہماری کم عقلی ہے کہ ہم نے دورِ قدیم کی طرح بے لباس ہونے کو جدت کا نام دے دیا۔قانون کی نظر میں زنا کا اطلاق صرف جسمانی اتصال پر ہوتا ہے مگر اخلاق کی نظر میں دائرہ ازدواج کے باہر صنف مقابل کی جانب ہر میلان،ارادے اور نیت کے اعتبار سے زنا ہے۔اجنبی کے حسن سے آنکھ کا لطف اندوز ہونا،اس کی آواز سے کانوں کا لذت یاب ہونا،اس سے گفتگو کرنے میں زبان کا لوچ کھانا،اس کے کوچے کی خاک چھاننے کے لئے قدموں کا بار بار اٹھنا،سب زنا کے مقدمات اور خود معنوی حیثیت میں زنا ہیں۔قانون اس زنا کو پکڑ نہیں سکتا یہ دل کا چور ہے اور صرف دل ہی کا کوتوال سکو گرفتار کر سکتا ہے۔۔۔اسلام معاشرے کو فحاشی و منکر کی تمام تحریکات سے پاک کر دینا چاہتا ہے،ان تحریکات کا سرچشمہ انسان کے باطن میں ہے لہذا اخلاقی تعلیمات اسلام باطن ہی میں حیاء کا اتنا زبردست احساس پیدا کرنا چاہتی ہے کہ انسان خود اپنے نفس کا احتساب کرتا ہے،اور برائی کی جانب ادنٰی میلان کو بھی محسوس کر کے آپ ہی اپنی قوتِ ارادی سے اس کا خاتمہ کر دے۔حیا ہی سے زندگی کے شرارے پھوٹتے ہیں اور فطری جذبوں کی نشوونما ہوتی ہے کیونکہ حیا ہی حیات ہے۔حیات لے کے چلو کائنات لے کے چلو چلو تو سارے زمانے کو ساتھ لے کے چلو آج دنیا فطرت کی سمت بڑھ رہی ہے تو حیا کے رجحان کو عام کرنے اور اس کے تقاضے سمجھنے کی ضرورت بہت بڑھتی ہوئی نظر آتی ہے۔#

شاہی پھل آم

از اُم حسن

آم کو پھلوں کا بادشاہ کہا جاتا ہے اور یہ پھل بہت سارے ملکوں کی طرح پاکستان میں بھی بے حد پسند کیا جاتا ہے۔

آم کی کئی اقسام بھی پائی جاتی ہیں جیسا کہ لنگڑا، رسولی، بیگن پھلی، چانسا، سندڑی اور انور رٹول وغیرہ اور ان آم کی ہر قسم یکساں طور پر پسند کی جاتی ہے۔

غذائی ماہرین کے مطابق آم میں 20 سے زائد وٹامنز، منرلز اور معدنیاتی اجزا پائے جاتے ہیں۔طبّی لحاظ سے آم میں بے شمار خصوصیات پائی جاتی ہیں، آم ایک ایسا پھل ہے جو کولن کینسر، ذیابطیس اور اس کے ساتھ دل کی بیماریوں جیسے خطرناک امراض سے حفاظت میں مدد کرتا ہے۔

اس کے علاوہ جسم سے متعلق بے شمار بیماریوں میں ایک شفا کی طرح کام سرانجام دیتا ہے۔

آیئے آم کھانے کے فوائد پر تفصیلی نظر ڈالتے ہیں

آم جلد کے لیے اچھا ہے

جلد کی شفافیت کا دارومدار اس بات پر ہے کہ آپ اپنی جلد اور اپنے جسم کا کتنا خیال رکھتے ہیں

آم آپ کے جسم کو اندر سے صاف و مضبوط کرتے ہیں جس کی وجہ سے نہ صرف آپ کی رنگت میں نکھار آتا ہے بلکہ آپ خود کو چاق و چوبند اور تندرست و توانا محسوس کرتے ہیں۔مزید یہ کہ آم آپ کی جلد کے مساموں کی صفائی اور آپ کی جلد کو شاداب کرنے میں مدد دیتا ہے۔آم چہرے پر نکلے دانوں کو ٹھیک کرنے میں بھی معاون ثابت ہوتا ہے۔

اس کہ وجہ یہ ہے کہ جب اندر سے صاف ہونے لگتے ہیں آپ کا معدہ صاف ہونے لگتا ہے

۔2موٹاپے کو کم کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے ہم سب جانتے ہیں کہ آم میں بہت سے غذائی اجزا اور معدنیات کا مرکب پوشیدہ ہے۔اسی وجہ سے آم کھانے کے بعد آپ کو اپنا پیٹ بھرا ہوا محسوس ہوتا ہے۔اس کے ساتھ آم میں فائبر کا اعلیٰ قسم کا ذخیرہ موجود ہوتا ہے جو ہاضمے کو بہتر بنانے میں مدد کرتا ہے اور جسم میں موجود غیر ضروری چربی کو ختم کرتا ہے۔آم کو دہی میں ملا کر کھانے سے بڑھتے ہوئے وزن پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

۔3آم کا استعمال لو لگنے سے محفوظ رکھتا ہے

آم اور موسم گرما کا گویا چولی دامن کا ساتھ سمجھا جاتا ہے، لیکن ایک سے زائد وجوہات کی بنا پر آم کھاتے ہی آپ کے جسم کا اندرونی نظام اچھا خاصا سرد ہو جاتا ہے جو آپ کو گرمی کی شدت اور لو لگنے سے محفوظ رکھتا ہے جس کی وجہ سے ہیٹ اسٹروک کا امکان انتہائی حد تک کم ہو جاتا ہے۔اس بات کو یقینی بنائیں کہ جیسے ہی گرمیوں کے موسم کا آغاز ہوتا ہے آپ کو دن میں ایک یا دو آم ضرور کھانے چاہیے۔

۔4 کینسر کے مریضوں کو آم کے پھل کا استعمال کرنا چاہیے۔آموں میں کوئیرسیٹن، آیسو کوئرسیٹن، اسٹرلگن، فیسٹن گالک ایسڈ میتھائل گلٹ جیسے کیمیل پائے جاتے ہیں جو

چھاتی کے کینسر سمیت ہر طرح کے کینسر کے مریض کو روکنے میں مدد گار ثابت ہوتے ہیں۔

طبّی ماہرین کے مطابق آم میں اینٹی آکسیڈینٹس شامل ہوتے ہیں جو آنتوں اور خون کے کینسر کے خطروں کو کم کرتا ہے۔اس کے علاوہ گلے کے غدود کے کینسر کے خلاف بھی یہ موئثر کردار سرانجام دیتا ہے۔آم کو کھانے سے کولون یا بڑی آنت کے سرطان کے خلاف ایک اہم ہتھیار سمجھا جاتا ہے۔

۔5بینائی کو تیز کرنے میں مدد کرتا ہے

آم میں اینٹی آکسیڈینٹ ذیا کسنتھن پایا جاتا ہے جو بینائی کے دھندلے پن کو ختم کر کے بینائی کی کارکردگی بہتر بناتا ہے، آنکھوں کے نیچے ہلکے اور اس کے ساتھ ہی جلد سے متعلق ان پر ظاہر ہونے والے داغ ور دھبوں کا بھی خاتمہ کرتا ہے۔

آم کو دودھ میں ڈال کر پینے سے بینائی بہتری کی طرف آنے لگتی ہے۔جو لوگ بینائی کمزور ہونے کی وجہ سے پریشان ہیں انہیں چاہیے کہ آم اور دودھ کا ملک شیک بنا کر اسے پیا کریں اور دماغ بھی کافی حد تک تیز ہونے لگتا ہے۔

۔6ہڈیوں کو مضبوط کرتا ہے

انسانی جسم میں ہڈیوں کی کمزوری وٹامن کے اور کیلشیم کی کمی ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے جس کی وجہ سے ہڈی کے فریکچر کا خدشہ زیادہ بڑھ جاتا ہے آم کے پھل میں وٹامن کے کی مقدار وافر مقدار میں پائی جاتی ہے جو ہماری ہڈیوں کو مضبوط کرنے میں نہایت مدد گار ثابت ہوتا ہے اور ان میں کیلشیم کی بھی پوری مقدار پہنچانے میں مدد گار ثابت ہوتا ہے۔

۔7کولیسٹرول کے توازن کو ٹھیک رکھتا ہے

آم میں بے تحاشا قدرتی اجزا پائے جاتے ہیں خاص طور پر اس میں وٹامن سی، فایبر اور پیکٹین کثرت سے پائے جاتے ہیں۔آم ایک ایسا پھل ہے جو کہ جسم میں بڑھتے ہوئے کولیسٹرول کی کمی کو پورا کرنے میں نہایت اہم کردار ادا کرتا ہے۔

۔8قبض سے بچاتا ہے

ہم اپنے ہاضمے کے سسٹم پر بہت کم توجہ دیتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ آم زیادہ تر دوسرے پھلوں کی طرح پانی اور ریشہ سے مالا مال ہے اور یہ دونوں اجزا قبض کو روکنے میں ہماری مدد کرتے ہیں۔آم میں موجود ریشے جنہیں فائبر بھی کہتے ہیں آنتوں کی صفائی اور ورم کے خطرے کو کم کرنے میں مدد دیتے ہیں۔

سپیشل پکوان
عیدالاضحیٰ

عائشہ صدیقہ محمد نعیم

کلیجی

اجزاء...ایک کلو کلیجی، لال مرچ پاؤڈر ایک کھانے کا چمچ ادرک لہسن پیسٹ دو کھانے کا چمچ, گرم مصالحہ (پسا ہوا): ایک چائے کا چمچ, میتھی دانہ: چند دانے، ہری مرچ: ۴ سے ۵ عدد، ہلدی: ایک چمچ، نمک: حسب ذائقہ، ہرا دھنیا (باریک کٹا ہوا): ایک گٹھی، تیل ایک پیالی۔

ترکیب: سب سے پہلے کلیجی کو ایک ڈلی لہسن چھلکے سمیت اچھی طرح مل کر پندرہ منٹ کیلئے رکھ دیں، پھر ٹھنڈے پانی سے دھولیں۔اس طریقے سے بساندہ دور ہو جائے گی۔ پھر ایک پتیلی میں تیل گرم کریں اور اس میں میتھی دانہ ڈال کر دو منٹ بعد اس میں ادرک لہسن کا پیسٹ، ہلدی اور لال مرچ ڈال کر ہلکا سا بھون لیں، پھر کلیجی ہری مرچ اور گرم مصالحہ ڈال کر بھونیں اور پانچ سے دس منٹ کیلئے دم پر رکھ دیں۔ سویا سوس دو چمچ ڈال کر مکس اور اوپر سے دھنیا شامل کر دیں۔ مزیدار کلیجی کو گرم گرم تناول فرمائیں۔

لاہوری پائے

اجزاء: گائے کے دو عدد پائے، پیاز: ایک عدد، ٹماٹر: تین عدد، ہری مرچ: تین عدد، لہسن ادرک پیسٹ: تین کھانے کے چمچ، نمک حسب ذائقہ، لال مرچ: ایک کھانے کا چمچ ہلدی: ایک چائے کا چمچ، زیرہ پاؤڈر: ایک کھانے کا چمچ، دھنیا پاؤڈر: ایک کھانے کا چمچ، گرم مصالحہ: دو کھانے کے چمچ تیز پات اور لونگ: چار عدد، دار چینی: دو عدد، گھی آدھا کپ سجاوٹ کے لیے: ہرا دھنیا، ادرک، لیموں، ہری مرچیں حسب ضرورت

ترکیب: پائے ابال لیں پیاز کو ہلکا براؤن کر کے لہسن، ادرک کا پیسٹ ڈالیں پھر تیز پات، لونگ اور دار چینی ہری مرچ اور تمام مصالحہ ڈال کر بھونیں اور پھر پائے ڈال کر بھون لیں اور گرم پانی شامل کر لیں (اتنا جتنا آپ کو شوربہ رکھنا ہے) تین سے پانچ گھنٹے تک ہلکی آنچ پر پکا کر اتار لیں مزیدار لاہوری پائے تیار ہے۔ گارنشین کر کے نان کے ساتھ نوش کریں۔

سندھی مٹن بریانی

اجزاء: ڈیڑھ کلو (ران کا گوشت)، باسمتی چاول تین مگ، آلو درمیانے، پانچ عدد، تیل آٹھ سے، پیاز دو عدد، بڑی کٹی ہوئی ادرک اور لہسن چار چائے کا چمچ، پسے ہوئے ٹماٹر پانچ سے چھ، آلو بخارے بارہ سے چودہ عدد، نمک حسب ذائقہ، لال مرچ پاؤڈر تین سے چار چائے کے چمچ، لونگ بارہ سے چودہ عدد، چھوٹی الائچی دس عدد، کالی مرچ بارہ سے چودہ عدد، زیرہ دو چائے کے چمچ، دار چینی دو ٹکڑے، بڑی الائچی پانچ عدد، تیز پات پانچ سے چھ عدد، کھٹا دہی آدھا کلو، ہری مرچ چھ سے آٹھ عدد، ہرا دھنیہ آدھی گٹھی، پودینہ دس سے بارہ پتے، کھانے کا رنگ ایک چٹکی۔

چاول اُبالنے کے لیے: نمک حسب ذائقہ، تیز پات چار عدد، دار چینی چار ٹکڑے، بڑی الائچی تین عدد، کالی مرچ ایک چوتھائی چمچ، لونگ ایک چوتھائی چمچ۔

ترکیب: تیل گرم کر کے کٹی ہوئی پیاز سنہرا ہونے تک تل

لیں، اس میں سے تین یا چار کھانے کے چمچ گارنش کے لیے علیحدہ کر لیں۔ پیاز میں ادرک لہسن، ٹماٹر، آلو بخارے، نمک، لال مرچ، تیز پات، زیرہ اور ثابت گرم مسالا شامل کر کے، پانچ سے دس منٹ فرائی کریں، مسلسل چمچ چلاتی رہیں، ساتھ ہی دہی، گوشت اور پانی بھی شامل کر دیں۔ جب گوشت تین چوتھائی گل جائے تو اس میں چھلے ہوئے آلو بھی ڈال دیں، پندرہ سے بیس منٹ مزید پکائیں یا جب تک پک نہ جائے ہرے مسالے شامل کریں اور تیز آنچ پر بھونیں، بریانی کا قورمہ تیار ہے ایک طرف رکھ دیں۔ ایک الگ پتیلی میں پانی اُبالیں، اس میں ثابت گرم مسالا اور تیز پات ڈال دیں۔ پانی ابل جانے پر اس میں پہلے سے بھگوئے ہوئے چاول ڈال دیں اور ایک کنی رہ جانے تک ابالیں، چاول پوری طرح دم کے دوران تیار ہوں گے۔ اب چاولوں سے پانی چھان لیں، دیگچی میں چاولوں کی پہلی تہہ بچھائیں اس پر بریانی کے قورمہ کی تہہ بچھائیں اوپر سے چاولوں کی ایک اور تہہ لگا دیں۔ اوپر سے تلی ہوئی پیاز، کھانے کا رنگ، پودینہ، دھنیا اور ہری مرچ ڈال کر ڈھکن سے بند کر دیں۔ پانچ منٹ تک تیز آنچ پر پھر پندرہ منٹ دھیمی آنچ پر دم پر رکھیں اور مکس کر کے کھانے کے لیے پیش کریں۔

لبنانی کباب

اجزاء: قیمہ ایک کلو. ادرک لہسن پسا ہوا ایک کھانے کا چمچ. نمک حسب ذائقہ. لال مرچ پسی ہوئی ایک کھانے کا چمچ. گرم مصالحہ پسا ہوا ڈیڑھ کھانے کا چمچ. کچا پپیتا پسا ہوا دو کھانے کے چمچ. ہرا دھنیا (باریک کٹا ہوا). پودینہ (باریک کٹا ہوا) آدھی گٹھی. ہری مرچیں (باریک کٹی ہوئی چھ سے آٹھ عدد. ڈبل روٹی کے سلائس چار عدد. انڈے دو عدد. فریش کریم آدھی پیالی. کوکنگ آئل تلنے کے لیے

ترکیب: ڈبل روٹی کو ایک پیالی دودھ میں دس سے بارہ منٹ تک بھگو لیں۔ پھر دودھ سے نکال کر لکڑی کے چمچ سے دبا دبا کر اچھی طرح نچوڑ لیں۔ نچوڑی ہوئی سلائس کو ادرک لہسن، نمک، لال مرچ، گرم مصالح، پپیتا، ہرا دھنیا پودینہ اور ہری مرچوں کے ساتھ قیمہ میں اچھی طرح ملا لیں۔ اسمیں فریش کریم ملا کر کباب بنا لیں اور کچھ دیر کے لیے فریج میں رکھ دیں۔ کڑاہی میں کوکنگ آئل کو درمیانی آنچ پر تین سے پانچ منٹ تک گرم کر لیں اور پھینٹے ہوئے انڈوں میں ڈبو کر گولڈن فرائی کر لیں۔ اسکے بعد نکال کر کیچپ اور چٹنی کے ساتھ سرو کریں. لذیذ کباب تیار کھائیں اور کھلائیں۔